بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عصمتِ انبیاء

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حزمؒ

۳۸۴ ـــ ۵۶ھ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:

ہدایت اللہ ندوی

مین بازار، میاں چنوں، ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

15'83

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

از قلم گوہر بار حضرۃ الاستاذ محمد عبدالفلاح مترجم مفردات اصفہانی
و مرتب اشرف الحواشی شیخ التفسیر دارالعلوم اثریہ۔ فیصل آباد

نام و نسب

ابن حزم کا نام علی بن احمد اور کنیت ابو محمد ہے آپ ابن حزم کے لقب سے معروف ہیں۔ حزم ان کے جد اعلیٰ کا نام ہے، حزم کے والد کا نام غالب بن صالح ہے موصوف فارسی الاصل اندلسی قرطبی تھے۔ (المقری ج ۶ ص ۲۰۳)

ابن حزم کے خاندان میں سب سے پہلے ان کے جد اعلیٰ یزید نے عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا اور انہوں نے حضرت معاویہؓ کے بھائی یزید بن ابی سفیان سے عقد موالات کیا پھر جب بنو امیہ اندلس میں وارد ہوئے تو یہ خاندان بھی ان کے ساتھ اندلس میں چلا گیا اس طرح ابن حزم فارسی الاصل ہونے کے باوصف اندلسی قرطبی کی نسبت سے معروف ہو گئے (حیات ابن حزم از ابو زہرہ)

خاندانی شرافت

ابن حزم نے ایک خوشحال گھرانے میں تربیت پائی۔ ان کے آباؤ اجداد وزارت و قضا کے عہدوں پر فائز رہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بنا پر ابن حزم کو اپنی خاندانی نجابت و شرافت پر گو بڑا ناز تھا مگر انہوں نے علوم وفنون کے لئے اپنے کو وقف کر دیا اور انہی کو حصول سعادت کا ذریعہ بنایا اور ان میں ناموری اور کمال پیدا کرکے یہ ثابت کر دیا کہ اصل عزت انسان کے ذاتی علم وکمال سے ہے نہ کہ آباؤ اجداد سے۔

نشأۃ علمی جو شخص خداداد صلاحیتوں سے بہرہ ور ہو اور پھر مزید برآں علمی ماحول اور قابل ترین اساتذہ کی صحبت بھی میسر ہو جائے تو اس سے بڑی خوش نصیبی اور سعادت کیا ہو سکتی ہے ابن حزم کی نشأۃ علمی میں یہ تینوں اسباب کار فرما تھے اندلس کے علمی ماحول اور ذاتی صلاحیتوں کیساتھ مغرب کے مایہ ناز شیوخ نے مل کر ان کو کمالات کا مظہر بنا دیا۔

ابتداء میں مالکی فقہ سے شناسائی حاصل کی جو اس وقت اندلس میں رائج تھی اور مؤطا امام مالک کو باقاعدہ ضبط و اتقان سے پڑھا عبداللہ بن یحییٰ بن دحون مالکی کی صحبت میں رہے جو اس وقت قرطبہ کے مفتی تھے پھر عبداللہ الازدی المعروف بہ ابن الفرضی (۴۰۳ھ-۳۰۵) سے حدیث وفقہ میں مہارت پیدا کی جو کہ علم حدیث اور اسماء الرجال میں ماہرانہ بصیرت رکھتے تھے اور ان کو علماء مشرق سے بھی تلمذ حاصل تھا علاوہ ازیں ابوبکر محمد بن اسحاق اور احمد بن جسور اور ہمدانی ایسے فضلاء سے بھی کسب فیض کے مواقع میسر آئے اس طرح ابن حزم نے حدیث وفقہ اور تاریخ وادب میں کمال حاصل کر لیا۔

قرطبہ اس وقت بلاد مغرب کا دارالحکومت تھا اموی خلفاء کی علم پروری کے باعث علماء وفضلاء کا سنگم بن چکا تھا انہوں نے اسلاف کے ثمرات جستجو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمیہ کو جمع کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی ابن حزم نے علماء و فضلاء سے استفادہ کے علاوہ متقدمین کی کتابوں اور اُن کے ثمرات علمی سے بھی مستفید ہونے کی طرف توجہ دی جس سے ابن حزم کے ذہن میں رسوخ و پختگی پیدا ہوگئی اور ہر موضوع پر فی البدیہ گفتگو کرنے اور قلم برداشتہ لکھنے پر قادر ہو گئے۔

مطالعہ کتب ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد (۲۷۶ھ) کی کتب سے استفادہ کیا ان کی تفسیر قرآن پڑھی جو کہ اپنے مواد کے اعتبار سے بے مثال تفسیر ہے اور ابن جریر طبری کی تفسیر سے بہتر ہے احکام القرآن ..... حجازی اور ابوالحکم منذر بن سعید کی تالیفات کو گہری نظر سے پڑھا اور پھر قاضی محمد بن یحییٰ بن مفرج کی تالیفات کا مطالعہ کیا جن میں انہوں نے فقہ حسن بصریؒ اور فقہ زہری کو مرتب کیا ہے اور فلسفہ میں محمد بن حسن مذحجی المعروف بہ ابن الکنانی کے رسائل سے استفادہ کیا اور سعید بن فتحون سرقطی المعروف بہ "الحمار" کے رسائل بھی ملاحظہ کئے۔

ان کتب کے مطالعہ اساتذہ کی صحبت اور اپنی طبعی صلاحیتوں کی بناء پر ابن حزم نے سرزمین اندلس میں امتیازی حیثیت حاصل کرلی اور بالآخر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔

فقہ ظاہری اور ابن حزم داؤد بن علی المتولد (۲۰۲ھ) فقہ ظاہری میں ابن حزم کے پیش رو تھے جو کہ ایک واسطہ سے امام شافعیؒ کے تلمیذ تھے اور اُن کے اکثر اصحاب سے ملاقات کا شرف حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر چکے تھے۔ اُنہوں نے بغداد کی محدثین سے کسب فیض کیا اور طلب علم کے لئے دوسرے شہروں کی بھی سیاحت کی۔

یہ داؤد بن علی بڑے فصیح اللسان قوی الحجۃ اور حاضر جواب تھے اپنے معتقدات کے اظہار میں کسی سے مرعوب نہ ہوتے۔ اسحاق بن راہویہ جیسے محدثین اُن کا ہدف تنقید بننے سے بھی محفوظ نہ رہ سکے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے دانشمند اور ذی شعور بھی تھے انہی کے متعلق ان کے ایک معاصر کا قول ہے۔

"کان عقلہٗ اکثر من علمہٖ"

اُن کی قوت گویائی اور جرأت کی بنا پر ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں :۔

اگر اہل علم کی طرح ایک خاص دائرہ میں محدود رہتے تو اپنی قوت گویائی کے بل بوتے پر اہل بدعت کا خاتمہ کر دیتے مگر وہ حد سے آگے بڑھ گئے۔

چونکہ طلب علم کے زمانہ میں امام شافعیؒ کے اصحاب تلامذہ اور محدثین سے استفادہ کر چکے تھے اس لئے ابتدائی دور میں فقہ شافعیؒ سے وابستہ رہے فقہ شافعیؒ کا یہ خاصہ ہے کہ جو شخص اس کے اصول و ضوابط کا پابند ہوتا ہے وہ قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے بلا واسطہ استخراج مسائل کا عادی ہو جاتا ہے داؤد بن علی میں بھی یہی میلان پیدا ہوا جس کی بنا پر وہ بھی نصوص (قرآن و سنت) سے بلا تقید استفادہ کرنے لگ گئے اور اسی کو اپنا مسلک بنا لیا چنانچہ فرماتے ہیں : شریعت کا ماخذ نصوص ہی ہیں اور بس۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس اصل کی شدت سے پابندی کی۔ کہ بالآخر ظاہری کے نام سے معروف ہو گئے۔ اور ان کے آراء و اقوال نے بھی دوسرے آئمہ کی طرح ایک مستقل مسلک کی حیثیت اختیار کر لی۔ انہوں نے اپنے آراء و اقوال کی تائید میں بہت سے اصول وضع کئے۔ اور کتابیں بھی تالیف کیں۔ جن کی بنا پر اس مسلک کو زندہ و تابندہ رہنے کے مواقع میسر آئے۔

داؤد ظاہری حریت فکر و نظر کے علم بردار تھے۔ جب کہ ان کے بالمقابل دوسرے فقہی مکاتب خیال میں جمود پیدا ہو چلا تھا۔ اس بنا پر چوتھی صدی ہجری میں ظاہری فقہ کو بھی دوسرے فقہی مکاتب خیال کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اور بلاد شرق میں اسے بہت فروغ حاصل ہوا۔ اور اس دور کے بڑے بڑے علماء نے اس مسلک سے وابستگی اختیار کر لی۔

یوں تو تیسری صدی ہجری میں ہی بعض علماء مغرب نے علماء مشرق سے متاثر ہو کر مغرب میں ایسے آزاد افکار کا پرچار شروع کر دیا تھا۔ جن کی بنیاد خالصتہً قرآن و سنت اور اقوال صحابہ پر تھی۔ اور کسی فقہی مسلک کی پابندی نہ تھی۔ جن میں سے بقی بن مخلد، ابن وضاح اور قاسم بن اصبغ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان علماء کے خیالات و افکار نے مغرب میں مالکی فقہ کے تسلط کو ختم کر کے استنباط مسائل کی بنیاد حریت فکر پر رکھی جو بعد میں ظاہری فقہ کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی۔ حتیٰ کہ چوتھی صدی میں قاضی منذر بن سعید بلوطی ۳۵۵ھ جیسی شخصیت اس مسلک کی حامی اور مددگار بن گئی۔ اور کچھ دوسرے علماء بھی ظاہریت کو فروغ دینے لگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حزم قاضی منذر کے خیالات سے بے خبر نہ تھے۔ اور ان کے بیٹے سعید بن منذر (۴۰۳ھ) سے بھی ملاقات کر چکے تھے۔ اور پھر ابن حزم ابو الخیار مسعود بن سلیمان (۴۶۶ھ) سے فقہ ظاہری کا درس حاصل کر چکے تھے۔ اور دوسرے علماء کے خیالات اور تالیفات سے آگاہ تھے۔ جو کسی خاص فقہی مسلک کے پابند نہ تھے۔ ان جملہ اسباب و دواعی کی بنا پر ابن حزمؒ نے اپنے دور (۵۰۰ھ) میں فقہ ظاہری کا علم بلند کیا۔ جب کہ ان کے معاصر قاضی ابو یعلیٰ، مشرق میں فقہ حنبلی کو فروغ دینے میں مشغول تھے۔

ابن حزم کے اصول

فقہ ظاہری کی بنیاد و اساس ظاہر کتاب و سنت اور اجماع صحابہ پر ہے۔ اور کسی مذہب کے ساتھ تقید اور اس کی تقلید نہیں۔ بلکہ فقہاء کے اقوال میں ترجیح و اختیار ہے۔ یہی وہ اصول ہیں جن پر محدثین نے فقہ الحدیث کی بنیاد رکھی ہے۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ فقہ ظاہری اپنے مادہ اور مخصوص ہیئت کذائی کے اعتبار سے فقہ الحدیث یعنی محدثین کی فقہ کا چربہ ہے۔ مگر بعض قواعد اور تفریعات میں "فقہ الحدیث" سے ممتاز ہے۔

ابن حزم نے ظاہری فقہ کی بنیاد چار اصول قرار دیئے ہیں۔

(۱) کتاب اللہ (قرآن کریم)

(۲) حدیث رسول اللہؐ (یہ بھی وحی کا ایک حصہ ہے)

(۳) علمائے امت کا اجماع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) ان میں سے کوئی دلیل جس میں صرف ایک ہی احتمال پایا جاتا ہو۔ (احکام ج ۱ ص ۷۱)

تشریح و وضاحت

اب ان اصول اربعہ پر غور کیجئے۔ جو فقہ اسلامی کے مصادر و مآخذ ہیں۔ قرآن وحدیث ایک دوسرے کے مؤید ہیں۔ قرآن سے اجماع کی حجیت ثابت ہوتی ہے۔ (ویتبع غیر سبیل المومنین) اور جب ان تینوں سے کسی حکم کی بنیاد و اساس ثابت ہوگی اور اس سے ہم کسی حکم کا استخراج کریں گے۔ تو یہ اصل چہارم ہے۔ اور فقہ ظاہری میں اس کا نام دلیل ہے۔

ابن حزم فرماتے ہیں۔ ان اصول میں اصل الاصول کی حیثیت کتاب اللہ کو حاصل ہے۔ کتاب اللہ نے چونکہ سنت اور اجماع کو حجت اور واجب الاتباع قرار دیا ہے۔ اس پر بھی عمل ضروری ہے۔ اور پھر ان تینوں سے بالاتفاق جو معنی، حکم کی اساس قرار پائیگا۔ اسی سے احکام کا استخراج ہو سکے گا اور اس کا نام دلیل ہے جس کی بنیاد اصول ثلاثہ پر ہے۔

ابن حزم اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قرآن حدیث سے جو احکام ماخوذ ہیں۔ وہ تین قسم پر ہیں۔

(ا) وہ احکام جن کو امت نسلاً عصرًا بعد عصرٍ نقل کرتی چلی آئی ہے۔ مثلاً ایمان، نماز، روزہ اور حج، اس کو اجماع امت سے تعبیر کرتے ہیں۔

(ب) وہ احکام جو تواتر منقول ہیں مگر ان پر اجماع منعقد نہ ہوا۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کا صحابہ کے روبرو بیٹھ کر نماز ادا کرنا یا خیبر کی اراضی کو آدھی پیداوار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے عوض یہود کے سپرد کر دینا۔

ج) تیسری قسم احکام کی وہ ہے۔ کہ ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی سے روایت کرے۔ ان میں سے بعض احکام پر اجماع منعقد ہوتا ہے اور بعض میں اختلاف ہوتا ہے۔ (احکام ج ۴ ص ۱۴۲)

پہلی قسم کے احکام کو ابن حزمؒ اجماعی احکام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی نقطۂ نظر امام شافعیؒ کا ہے۔ وضع اصول میں امام شافعیؒ ان کے پیشرو ہیں۔ اور یہ اجماع صرف صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اور مصدر رابع کا نام دلیل ہے۔ دلیل اور قیاس میں واضح فرق ہے۔ قیاس کی بنیاد تو اس علت پر ہے۔ جو قرآن وسنت یا نص سے نکالی جاتی ہے۔ مگر دلیل براہ راست نص واجماع کی ذات سے اخذ کی جاتی ہے۔ ابن حزم نے وضاحت کے طور دلیل کی سات اقسام قرار دی ہیں۔

۱۔ مثلاً نص صغریٰ، کبریٰ پر مشتمل ہو اور نتیجہ مذکور نہ ہو۔ تو اس صورت میں استخراج نتیجہ کو دلیل سے تعبیر کرتے ہیں جیسے کل خمر مسکر وکل مسکر حرام، فالخمر حرام (بدلیل النص)

تالیفات ابن حزم کی تالیفات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے فکر ونظر اور مطالعہ کو محدود نہیں رکھا تھا۔ بلکہ ایک طرف اگر وہ زبردست محدث اور فقیہ تھے۔ تو دوسری طرف بڑے پایہ کے مؤرخ، جلیل القدر ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ان کے علم وفضل اور عرفان کے ہر گوشے کو اجاگر کرنے کے لئے ایک دفتر درکار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ان اوراق میں ہم صرف ان کی تالیفات کی فہرست پیش کر کے اصل موضوع پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

۱۔ الفصل فی الملل والاہوا والنحل
۲۔ کتاب الصادع والرادع
۳۔ شرح موطأ امام مالک
۴۔ کتاب الجامع فی الصحیح الحدیث
۵۔ کتاب التلخیص فی المسائل النظریہ
۶۔ کتاب منتقی الاجماع
۷۔ الامامۃ والسیاسۃ
۸۔ اخلاص النفس
۹۔ الایصال الی فہم کتاب الخصال
۱۰۔ کشف اللباس مابین اصحاب الظواہر واصحاب القیاس
۱۱۔ جمہرۃ الانساب
۱۲۔ المفاضلۃ بین الصحابۃ
۱۳۔ الناسخ المنسوخ
۱۴۔ مداواۃ النفوس
۱۵۔ نقط العروس
۱۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام
۱۷۔ المحلی
۱۸۔ طوق الحمامہ
۱۹۔ کتاب التقریب (منطق)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حزمؒ نے اور بھی بہت سی تالیفات کی ہیں۔ جو زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکیں۔ ہم یہاں پر صرف "الفصل" کے باب عصمت الانبیاء پر کچھ عرض کریں گے۔ جس کا ترجمہ ناظرین کے سامنے ہے۔

واضح رہے۔ کہ ابن حزمؒ کی آراء میں تفرد پایا جاتا ہے۔ اور انہوں نے کسی بات میں دوسروں کی تقلید کو گوارا نہیں کیا۔ حتیٰ کہ علم و ادب اور اسلوب نگارش میں بھی ابن حزمؒ نے دوسروں کے طریق پر چلنا گوارا نہیں کیا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں۔

وَمَا مذهبی ان اَمضی مطیة سوادی ولا ان انحلی بحلی مستعار

اور ایک عبقری ہمیشہ یہی روش اختیار کرتا ہے۔ اس رسالہ میں بھی ناظرین کو یہی تفرد نظر آئیگا۔ لیکن اپنے زورِ استدلال سے دوسروں کی دلیل کو ان کے خلاف قائم کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

ان کی "الفصل" تاریخ مذاہب پر بے نظیر کتاب ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے اسلامی فرقوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اُن کے اصول و قواعد پر نقد و تبصرہ بھی کیا ہے جس کے مطالعہ سے متکلمین کے "فرق اربعہ" کے متعلق اہم معلومات اور ان کے عقائد کا پس منظر سامنے آجاتا ہے۔

اس کتاب میں مؤلف نے علم کلام کے اہم مسائل پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور سلف کے مسلک کو واضح کیا ہے۔ مثلاً مسئلہ خلق قرآن، قدر و استطاعت، خلق افعال، عدل و جور، مشیئت الٰہی وغیرہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے اہم مسائل پر عقلی اور نقلی دلائل سے روشنی ڈالی ہے۔ کہ علم کلام میں اہلسنت اور محدثین کا مسلک نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

ان مسائل میں سے ایک مسئلہ عصمت انبیاء بھی ہے۔ یعنی کیا انبیاء سے معصیت باری تعالیٰ کا صدور ممکن ہے۔ اور اگر ممکن ہے تو کیا تبلیغ و رسالت میں بھی اُن سے جھوٹ صادر ہو سکتا ہے۔ اس مقالہ میں ابن حزمؒ نے مسئلہ زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر بحث کی ہے۔ اور قرآن و حدیث میں اس مسئلہ کے متعلق جس قدر آیات و احادیث سے مخالفین نے استمساک کیا ہے۔ ایک ایک کر کے اُن کا جواب دیا ہے۔ بہرحال ابن حزمؒ کا یہ مقالہ مطالعہ کے قابل ہے۔ ہماری جماعت کے بزرگ مولانا میر سیالکوٹی کے پاس جو طالب علم تفسیر قرآن کے لئے جاتے، مولانا مرحوم خصوصیت کے ساتھ اپنی زیر نگرانی "الفصل" سے یہ بحث ذہن نشین کرواتے کیونکہ تفسیر قرآن میں یہ بحث نہایت اہم ہے۔ اور امام رازیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں متعلقہ مقامات پر اس کی خوبصورت وضاحت کی ہے۔ مگر رازی وغیرہ پر چونکہ عقلیات کا غلبہ ہے۔ اس لئے وہ کلامی مسائل میں اشاعرہ کی ترجمانی تو کر سکے ہیں۔ مگر محدثین کے مسلک کو کماحقہ واضح نہیں کر سکے۔ اس بنا پر ہمارے اہلحدیث علماء اور طلبہ کو خاص طور پر اس قسم کی کتابوں کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ دعا ہے۔ کہ اس دور پرفتن میں اللہ تعالیٰ ہمیں سلف کے مسلک پر چلنے اور ثابت قدم رہنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا انبیاء علیہم السلام معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں؟

تبلیغ میں دروغ گوئی

عصمت انبیاء علیہم السلام میں اختلاف ہے ایک گروہ کا خیال ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام "معاذ اللہ" تمام صغائر وکبائر کا عمداً ارتکاب کرتے ہیں۔ صرف تبلیغ میں دروغ گوئی سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہ مسلک یہود و نصاریٰ کرامیہ ابن طیب باقلانی ۴۰۳ھ اور اُس کے متبعین کا ہے۔ بلکہ کرامیہ کے متعلق یہ بھی سُنا ہے۔ کہ وہ انبیاء سے تبلیغ میں بھی کذب بیانی کو روا سمجھتے ہیں۔

ابوجعفر سمنانی ۴۴۴ھ تلمیذ باقلانی اپنی کتاب "الامامۃ" میں رقمطراز ہے۔ کہ تبلیغ میں کذب بیانی کے بغیر انبیاء علیہم السلام سے تمام چھوٹے بڑے گناہ سرزد ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اُن سے کفر بھی ممکن ہے۔ اور جب کوئی نبی کسی چیز سے منع کرے۔ اور پھر وہ خود اس کا ارتکاب کرے۔ تو اس کا یہ فعل "نہی" کے نسخ کی دلیل نہ ہوگا۔ کیونکہ نبی بھی کبھی اللہ تعالیٰ کی معصیت کرتا ہے۔ نیز اُمت محمدیہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت تا وفات کے درمیانی عرصہ میں ممکن ہے آپؐ سے کوئی افضل ہو"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حزم کا تبصرہ یہ سب خالص کفر و شرک، ارتداد اور اسلام سے انحراف ہے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے کا جان و مال مباح ہے۔ اور اس سے بیزاری اور برأت کا اظہار ضروری ہے

ابن فورک اشعری وغیرہ کا یہ مسلک ہے۔ کہ انبیاء علیہ السلام سے کبائر کا ارتکاب بالکل نہیں ہوتا۔ البتہ ارادۃً صغائر سرزد ہو سکتے ہیں۔

اہل سنت، شیعہ، معتزلہ، خوارج، اور نجاریہ کا یہ مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے "ارادۃً" کوئی صغیرہ و کبیرہ گناہ سرزد نہیں ہو سکتا اور یہی مسلک ابن مجاہد اشعری کا ہے جو باقلانی اور ابن فورک کے استاد ہیں۔ اسی اعتقاد کو ہم اللہ تعالیٰ کا دین تصور کرتے ہیں۔ اس کے خلاف عقیدہ رکھنا بالکل روا نہیں۔

سہو و نسیان ہاں انبیاء علیہم السلام سے بالارادہ، سہواً کوئی فعل سرزد ہو سکتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ کسی فعل سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب کا ارادہ کرتے ہیں۔ مگر وہ فعل غیر شعوری طور پر رضاء الٰہی کے خلاف واقع ہوتا ہے

فوری اطلاع لیکن اللہ تعالیٰ انبیاءؑ کو ان دونوں صورتوں سہو اور خلاف رضاء الٰہی پر قائم نہیں رکھتا۔ بلکہ فوراً انہیں اس پر آگاہ کر دیتا ہے۔ اور خوب واضح کر دیتا ہے۔ کہ دوبارہ یہ فعل ان سے سرزد اور صادر نہ ہو۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام نے سہواً دو رکعت پر ایک بار سلام پھیر دیا۔ اور چار پوری نہ پڑھیں۔ اور ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ تشہد بھول گئے ۔ دوسری رکعت کے بعد بلا تشہد اٹھ کھڑے ہوئے اور کبھی انبیاء علیہم السلام کو اُن کی کوتاہی اور لغزش پر سرزنش اور تنبیہ بھی ہوتی ہے ۔ جیسا کہ حضرت زینبؓ اور زیدؓ کے واقعہ طلاق اور حضرت ابن ام مکتوم کے قصہ میں ہوا ۔

کبھی انہیں ناپسندیدہ امر کا خمیازہ دنیا میں بھی برداشت کرنا پڑتا ہے ۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ اور یونسؑ علی نبینا وعلیہم السلام مصیبت میں مبتلا ہو گئے ۔

منصب نبوت

اس باب میں انبیاءؑ کا حال ہم سے مختلف ہے ۔ کیونکہ سہو و نسیان پر ہم سے کوئی گرفت اور جواب طلبی نہیں ہوتی ۔ اور اس کوتاہی پر ہم سے کوئی مؤاخذہ اور باز پرس نہیں ہوتی ۔ جیسے ہم رضائے الٰہی کی خاطر کریں ۔ لیکن وہ رضائے الٰہی کے خلاف واقع ہو جائے ۔ بلکہ ہم اُمتیوں کو ایسی صورت میں ایک اجر بھی ملتا ہے ۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ہر ایک انسان کا رفیق اور قرین بنایا ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے ۔ کہ میں اس کے شر سے محفوظ و مامون رہتا ہوں ۔

سہو و نسیان اور صغائر و کبائر سے فرشتے پاک ہیں ۔ کیونکہ اُن کی پیدائش نور خالص سے ہوئی ہے جس میں کثافت کی کوئی آمیزش نہیں ۔ وہ نور اور پیکر خیر ہیں ۔ اُن میں تاریکی اور ظلمت کو ذرہ برابر دخل نہیں ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں جن آگ کے شعلے سے اور انسان مُشت خاک سے۔

منکرین عصمت انبیاءؑ نے جن آیات و احادیث کو بطور استدلال پیش کیا ہے۔ ہم انشاء اللہ بدلائل اُن کا جواب دیں گے۔ اور براہین قاطعہ سے اُن کی غلطیاں بے نقاب کرینگے۔

آدم علیہ السلام کی عصمت کا بیان

منکرین عصمت انبیاءؑ نے آدم علیہ السلام کے بارے میں اِن آیات کو بطور حجت پیش کیا ہے۔

عَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ	آدمؑ نے اپنے پروردگار
ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ	کے حکم کے خلاف کیا تو (وہ)
عَلَيْهِ وَهَدَىٰ (طٰہٰ)	مطلوب سے بے راہ ہو گئے۔
	پھر انہیں پروردگار نے نوازا۔

تو ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتلائی۔

اِس سے معصیت کا ارتکاب اور بے راہروی ثابت ہے۔ نیز توبہ گناہ ہی سے ہوتی ہے۔

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ	اِس درخت کے پاس نہ جانا
فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (بقرہ)	نہیں تو ظالموں میں داخل ہو جاؤ گے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدم علیہ السلام شجرۂ ممنوعہ کے پاس گئے۔ لہٰذا ظالم ہوئے۔
پس پھسلا دیا شیطان نے اُن کو اور فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
وہاں سے اُن کو نکال باہر کیا۔ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (۲/۳۶)
شیطان کا ازلال اور لغزش معصیت ہے۔
پس دیا جب اُن کو تندرست تو فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ
بچے میں جو انکو دیتا ہے اس کا شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا (۷/۱۹۰)
شریک مقرر کرتے ہیں

عصیان کا مفہوم

یہ سب دلائل ان کے ظن اور ادعا کے خلاف ہیں۔ کیونکہ "عصیٰ اٰدمُ ربّہٗ فغویٰ" میں عصیان آدم کا مطلب یہ ہے۔ کہ حاکم کے حکم کی خلاف ورزی بظاہر حال "معصیت" ہے لہٰذا اس کا نام بھی بظاہر معصیت و بے راہروی ہوا۔ لیکن جو معاصی اور گناہ قصداً اور ارادۃً سرزد ہوں۔ وہ درحقیقت معصیت ہوتے ہیں۔ کہ اس میں معصیت کا قصد ہوتا ہے۔ اور اس کا علم ہوتا ہے۔ اور ایسی ہی معصیت سے ہم انبیاء کو پاک اور معصوم سمجھتے ہیں۔

بعض گناہ جو "حکم کے خلاف" قصد و ارادہ سے سرزد ہوتے ہیں لیکن گناہگار اس میں خیر کی نیت رکھتا ہے۔ اور اس کو معصیت نہیں سمجھتا۔ بلکہ بزعم خویش اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے۔ یا یہ کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ فعل اس کے لئے مباح ہے اس لئے وہ تاویل کرتا ہے۔ کہ وہ " حکم " جس کا وہ مامور ہے۔ وہ بطورِ وجوب اور تحریم نہیں بلکہ " وہ " اگر بصیغہ امر ہے۔ تو استحباب پر محمول کرتا ہے۔ اگر بصیغہ نہی ہے۔ تو کراہت پر محمول کرتا ہے۔ ایسی تاویلی معصیت میں علماء و فقہاء بکثرت مبتلا ہیں۔ اور یہی تاویلی معصیت انبیاء سے سرزد ہوتی ہے۔ اور اُن کی جواب طلبی اور گرفت ہوتی ہے۔ اور اسی تاویل و توجیہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے " شجرہ ممنوعہ کا پھل کھایا

ظلم کا مفہوم

اس آیت میں " ظالمین " سے مراد اپنی ذات پر ظلم کرنے والے ہیں۔ کیونکہ ظلم کا لغوی معنیٰ " وَضْعُ الشَّیْئِ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِہٖ " کسی چیز کا نامناسب جگہ پر رکھنا، لہٰذا جس نے امر و نہی کو استحباب اور کراہت کے معنی میں سمجھا۔ تو اس نے " شیئ " کو غیر موزوں جگہ میں رکھ دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا ظلم اسی نوع کا ہے۔ جو بلا عزم و ارادہ صادر ہوا۔ اور معصیت نہیں۔ یہ وہ ظلم نہیں جو معصیت کے ارادے سے ہو۔ اور مرتکب کو اس فعل کے معصیت ہونے کا علم بھی ہو۔

اس امر کی دلیل یہ ہے۔ جس کی اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم کے قصہ میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ابلیس کے حلفیہ بیان ہی کے بعد اس درخت کا پھل کھایا۔ کہ یہ " نہی " تحریمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ۔ اور وُہ اِس پھل کے کھانے سے قطعاً کسی سزا وار نہ ہونگے بلکہ جزائے خیر اور عیش دوام کے مستحق ہونگے ۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کا یہ حلفیہ بیان قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے ۔

شیطان نے کہا تمہیں تمہارے پروردگار نے اِس درخت سے اِس لئے منع کیا ہے کہ تم فرشتے بن جاؤ ۔ یا اِس میں ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ ۔ اور اُس قسم کھا کر کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں ۔ اور انکو فریب سے پھسلا دیا ۔

قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ (۲۰/۱۲۱)

اور ہم نے قبل ازیں آدمؑ سے عہد لیا تھا مگر وہ اُسے بھول گئے ۔ اور ہم نے اُن میں پختہ یقین اور ثبات نہ دیکھا ۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (۲۰/۱۱۵)

جب آدم علیہ السلام ابلیس کی عداوت کو بھول گئے جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی آگاہ فرما دیا تھا ۔ تو اسکی قسم پر اعتماد کر لیا گناہ کے ارادے سے محفوظ اور اُس کا اقدام کرنے سے باز رہنے کی نسبت کسی شخص کی قسم پر اعتماد کرنا ۔ کہ وہ جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا ۔ کہیں زیادہ قابل تعریف و ستائش ہے ۔

حضرت آدم علیہ السلام سے یہی ہوا ۔ کہ " شجر ممنوعہ " سے سہو و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسیان یا تاویل اور ارادۂ خیر سے اُس کا پھل کھالیا۔ ان کا اندازہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں اُن کا رُتبہ بلند ہو جائے گا۔ کہ ان کا شمار مقرب ملائکہ میں ہوگا۔ یا انہیں یہ نعمت تا اَبد حاصل ہو جائیگی اِس تصور نے انہیں حکم کی خلاف ورزی کی طرف دھکیل دیا۔

حضرت آدمؑ کو چاہیئے تھا۔ کہ حکم الٰہی کو ظاہر پر محمول کرتے انہوں نے "خیر" کے ارادے سے تاویل و توجیہہ کی۔ مگر وہ تاویل درست ثابت نہ ہوئی۔

اگر کوئی عالم دین ایسا کرے تو وہ اجر کا مستحق ہوگا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام نے ایسا کیا۔ اور اس کی پاداش میں جنت سے نکل کر دُنیا کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تو اپنی ہی ذات کے لئے ظالم بنے۔

ظالم کی وجہ تسمیہ

اللہ تعالیٰ نے غلطی سے قتل کرنے والے کو بھی "قاتل" ہی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسے ارادۃً قتل کرنیوالے کو "قاتل" کہا جاتا ہے۔

حالانکہ غلطی سے قتل کرنیوالے کا ارادہ معصیت کا نہ تھا۔

"قتل خطا" میں غلام کا آزاد کرنا کفارہ مقرر کیا۔ اور جس کو یہ ممکن نہ ہو۔ وہ پیہم دو ماہ کے روزے رکھے۔ حالانکہ اُس نے قصد و ارادہ سے جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔

بخدا اگر تو ہمیں تندرست لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بچہ عطا کر دے۔ تو ہم تیرے فَلَمَّا اٰتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ
شکر گزار ونمیں سے ہونگے فِيْمَآ اٰتَاهُمَا (۷/۱۹۰)
پس جب دیا۔ اُن کو تندرست تو اُس "بچے" میں جو اُن کو دیتا ہے
اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیت کا مصداق حضرت آدمؑ کو سمجھنا اُن کی تکفیر کا باعث ہے۔ اور جو شخص آدم علیہ السلام کی طرف شرک اور کفر کی نسبت کرے۔ وہ بالاتفاق رائے خود مشرک و کافر ہے۔

ہم تو قاتل، گنہ گار، بدمعاش اور فاسق مسلمان کو کافر کہنے پر اعتراض کرتے ہیں۔ انبیاء کی تکفیر کرنے والا قابل اعتراض کیونکر نہ ہوگا۔

قصہ عبدالحارث

یہ قصہ جو حضرت آدم علیہ السّلام کی طرف منسوب ہے۔ کہ شیطان کی انگیخت سے آدمؑ نے اپنے لڑکے کا نام "عبدالحارث" رکھ دیا تھا۔ بالکل من گھڑت اور جھوٹا ہے۔ کسی بے حیا اور بیدین کا خودساختہ ہے۔ اس کی سند قطعاً درست نہیں۔ دراصل اس آیت کے مخاطب مشرکین ہیں۔ بفرض محال اگر آدمؑ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہو۔ تو بھی منکرین عصمت کے لئے کوئی مفید مطلب مواد موجود نہیں۔

آیت مذکورہ میں "شرکاء" اور "شرک" وہ شرک نہیں جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ڈانڈے کفر کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ شرک اس معنیٰ میں ہے۔ کہ انہوں نے اللہ پر اعتماد اور توکل کے ساتھ ساتھ اپنی حفاظت کو بھی شریک بنا دیا۔

یعقوبؑ سے مماثلت

اس آیت کا وہی مفہوم ہوگا۔ جو حضرت یعقوبؑ نے درج ذیل آیت سے مراد لیا تھا

اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازہ سے داخل نہ ہونا۔ بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا۔ اور میں خدا کی تقدیر کو تو روک نہیں سکتا۔ بیشک حکم اسی کا ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اہل توکل کو اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اور جب وہ داخل ہوئے اُن مقامات سے جہاں سے باپ نے انہیں کہا تھا۔ تو وہ تدبیر خدا کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی۔ ہاں وہ یعقوبؑ کے دل کی خواہش تھی۔ جو انہوں نے پوری کی تھی۔

يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۱۲

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ کہ حضرت یعقوبؑ نے اُن کو متفرق دروازوں سے داخل ہونے کا حکم صرف شفقت پدری اور محبت کے تقاضے کے پیش نظر دیا تھا۔ نظر بد کے خیال سے یا دشمن کے روک ٹوک سے یا اُن کے غیر معمولی اجتماع کے خطرہ سے یا کسی اور اندیشہ سے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت یعقوبؑ اس بات کے معترف ہیں کہ اُن کا یہ مشورہ اور یہ اندیشہ اُن سے قضاءِ الٰہی کو نہیں ٹال سکتا۔ دیگر انبیاء کی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام میں بھی بشری تقاضے موجود تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء کا اعتراف قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔ کہ اِنْ نَحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہم تمہاری طرح کے بشر ہیں۔ لہٰذا ان بشری تقاضوں نے اُن کو محبوب کی عافیت کی آرزو پر آمادہ کیا۔ اگرچہ اُن کا یہ احتیاط و تحفظ کسی آفت سے ان کو بچا نہیں سکتا تھا۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال کو پسند فرمایا کرتے تھے۔

بنابریں آیت مذکور میں شرک کا مفہوم حفاظت و صیانت اور تعویذ، گنڈا وغیرہ ہوگا.... کیونکر نہیں؟ حالانکہ آیت صرف کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے اس کا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

منکرینِ عصمت نے نوح علیہ السلام کے خلافِ عصمت میں یہ آیت نقل کی ہے۔

تو جس کی حقیقت معلوم نہیں، اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کر۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ بے خبروں میں نہ بن۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۖ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (۱۱/۴۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کوئی دلیل نہیں ۔ اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں کہ اُن کے اہل وعیال کو نجات دلیگا ۔ تاویل کی ۔ اور ظاہری رشتہ کی بنا پر یہ سمجھا ۔ کہ اُن کا بیٹا بھی "اہل" میں شامل ہے ۔ یہی سفارش کوئی اور کرتا ۔ تو اجر کا مستحق ہوتا ۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے "غیر اہل" کی نجات کا سوال نہیں کیا ۔ صرف اسی بنا پر ان کو جاہل بننے سے منع فرمایا گیا ۔ نہ کہ گناہگار اور نافرمان ہونے سے ۔ پھر حضرت نوحؑ اس بنا پر نادم ہوئے ۔ اور باز آئے ۔ لہٰذا اس آیت میں معصیت کا ارادہ مطلقاً ثابت نہیں ہوتا ۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام

منکرین عصمت نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر چند الزامات لگائے ہیں ۔ کہ آپ نے تین جھوٹ بولے ۔ (۱) ستاروں میں دیکھ کر کہا ۔ اِنّی سَقِیْم (۲۳/۸۸) میں تو بیمار ہوں ۔ ۲ ۔ اپنی بیوی سارہ کو کہا ۔ یہ میری بہن ہے ۔ (۳) اور بتوں کی شکست و ریخت کے بعد فرمایا بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا (۲۱/۶۳) بلکہ یہ ان کے بڑے بت نے کیا ہوگا ۔ (۴) آفتاب ، مہتاب اور ستاروں کو "ھٰذَا رَبِّیْ" (۶/۷) "یہ میرا رب ہے" کہا ۔ ۵ ۔ اسی طرح جب مُردے زندہ کرنے کی درخواست کی ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کیا اس پر ایمان نہیں ؟ تو عرض کیا ۔ کیوں نہیں ۔ ایمان تو ہے ۔ لیکن محض اطمینانِ قلب چاہتا ہوں (۲/۲۶)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحمد اللہ یہ سب الزامات ان کے وہم و گمان کے مطابق نہیں۔ بلکہ ہمارا ہی موقف ان سے عیاں ہوتا ہے۔

اقسامِ کذب

ابراہیم علیہ السلام کے سہ گانہ کذب کے متعلق عرض ہے۔ کہ ہر کذب معصیت نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض کذب، نیکی اور فرض، واجب ہوتے ہیں جن کا تارک عاصی ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ وہ شخص کاذب نہیں ہوگا۔ جو لوگوں میں صلح کی خاطر اچھی بات پہنچائے خواہ وہ اصل میں غلط ہو۔ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز،

اور نبی علیہ السلام نے شوہر کو ایسی کذب بیانی کی اجازت دی ہے۔ جو بیوی کو محبت حاصل کرنے میں مفید ہو۔ اور اسی طرح جنگ میں دروغ روا ہے۔

اہل اسلام کا اجماع ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو اطلاع ملی۔ کہ فلاں شخص پر بادشاہ نے ظلم کیا ہے۔ اور اب اس کو ناحق قتل کرنے اور اس کا مال ضبط کرنے کی خاطر تلاش کر رہا ہے۔ اور مظلوم اس کے پاس آکر چھپ گیا ہے۔ اور اسے پناہ دہندہ نے ظالم کے لئے بددعا کرتے بھی سنا ہے۔ اب بادشاہ نے پناہ دہندہ کو طلب کیا اور اس سے مفرور مظلوم کے متعلق دریافت کیا۔ تو اگر وہ صاف انکار کر دے۔ اور کہے مجھے معلوم نہیں۔ تو وہ عند اللہ ثواب کا مستحق اور اطاعت گذار ہوگا۔ اگر بادشاہ کو صاف صاف بتا دیا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ عنداللہ فاسق، عاصی، چغل خور وغیرہ کبائر کا مرتکب ٹھہرے گا جان و مال کے تلف ہونے کے خطرہ سے بھی اظہار کفر میں کذب مباح ہے۔
ابراہیم علیہ السلام کے کذب بھی ممنوع اور نارواکذب میں شامل نہیں۔ بلکہ قابل ستائش اور مصلحت آمیز ہیں (تفصیل ملاحظہ ہو)

حضرت سارہ کو بہن کہنا - آپ کا حضرت سارہ کو بہن کہنا۔ دو لحاظ سے درست ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (۴۹ – ۱۰) مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سب مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے۔

۲۔ اِن کی ہم قوم اور رشتہ دار تھیں۔ نیز آپ کی امت میں شامل تھیں۔ اور بنی قوم کا بھائی ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا (۱۱ – ۸۴) اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اِس کلام کو وہی شخص کذب شمار کرے گا۔ جو معاذ اللہ پہلے اللہ تعالیٰ کو کذب سے متہم کرے۔ جو کہ کفر صریح ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ابراہیم حضرت سارہ کو "اپنی بہن" کہنے میں حق بجانب اور راست گو تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستاروں کی تاثیر۔

معترض کا یہ اعتراض کہ آپ نے ستاروں میں نگاہ ڈال کر "اِنِّی سَقِیْمٌ" فرمایا یہ بھی جھوٹ نہیں۔ اس لئے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ستارے صحت و مرض اور دنیا کے بعض حوادث پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بجلی کی چمک دریا کو جوش میں لاتی ہے۔ اور بادل کی گرج سے کھمبی بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ اور چاند کے طلوع و غروب اور اس کی کمی و بیشی کے تمام ادوار کو سمندر کے مدوجزر میں خاصا دخل ہے۔

ہاں قابل سرزنش وہ شخص ہے۔ جو ان ستیاروں کو تدبیرِ خلق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کار اور بااختیار سمجھے۔ یا اللہ تعالےٰ کے بغیر تنہا ان کو موثر اور مدبر تسلیم کرے۔ یہ عقیدہ رکھنے والا واقعی کافر ہوگا۔

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا قول" بلکہ یہ ان کے بڑے "بت" نے کیا ہوگا۔ ان کی تصدیق و تائید کے لئے نہیں کہا تھا۔ کیونکہ کذب عبارت ہے بطور تحقیق خلاف واقعہ بات کہنے سے۔ یہ دراصل ان کو بطور زجر و توبیخ فرمایا تھا۔ جسطرح اللہ تعالےٰ بطور توبیخ کسی جہنمی کو مخاطب فرمائے گا۔ "ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ" (۴۴۔۴۹) نوش فرمائیے! تم نہایت معزز و مکرم ہو۔ حالانکہ وہ رسوا و ذلیل اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذاب میں مبتلا ہوگا۔ لہٰذا دونوں مقولے مخاطب کی سرزنش اور ملامت کی خاطر کہے گئے۔ کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ بُت ہی خیر و شر کے خالق ہیں۔ اور یہ دوزخی مذکور دُنیا میں بزعم خویش معزز و مکرم تھا۔

تلاش حق؟ آفتاب و مہتاب کو دیکھ کر "ھٰذَا رَبِّیْ" یہ میرا رب ہے۔ کہنا "بعض مفسرین کا خیال ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے غار سے نکلتے ہی یہ فرمایا تھا۔ یہ قول محض بے بنیاد اور خود ساختہ ہے۔ کیونکہ ناممکن ہے۔ کہ کوئی شخص حدِ تمیز کو پہنچتے ہی ایسا کلام کر سکے۔ حالانکہ اُس نے کبھی سورج، چاند اور ستاروں کو نہ دیکھا ہو۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس غلط خیال اور تاویل کی قرآن میں تکذیب کی ہے۔

اور ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے ہی سے وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ ہدایت دی تھی ہم اُسے واقف تھے وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۔ (۲۱ - ۵۱)

محال ہے۔ کہ جسکو اللہ تعالےٰ نے شروع ہی سے رشد و ہدایت سے نوازا ہو۔ اُس کی "عقلِ سلیم" یہ بات باور کرے۔ کہ ستارے اس کے رب ہیں۔ یا سورج اُس کا رب ہے۔ کیونکہ اُس کا جرم چاند سے بڑا ہے۔ یہ بات تو کسی دیوانے اور عقل کے اندھے کے سان و گمان میں ہی آسکتی ہے۔

حق تو یہ ہے۔ کہ یہ مقولہ بھی آپ نے خود زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا تھا۔ جیسے کہ آپ نے "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" بطور تنبیہ و سرزنش کہا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ صابی اور ستارہ پرست تھے۔ بتوں کو ستاروں کی شکل وصورت پر بنا کر ستاروں کا نام دیتے تھے۔ اور اُن کو اپنے معبدوں میں رکھتے اور تھانوں میں سجاتے، اُن کی عیدیں مناتے۔ قربانیاں کرتے اور نذر و نیاز مانتے۔
اُن کا عقیدہ تھا۔ کہ بُت ذی عقل اور صاحب تدبیر ہیں۔ نفع ونقصان کے مالک ہیں۔ اور ہر ایک ستارے کی اُن کے ہاں الگ الگ شریعت مقرر تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو اسی عقیدہ کی بنا پر توبیخ و تنبیہ کی۔ اور اُن کی تعظیم کی تضحیک کرنے لگے۔
جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فالیوم الذین اٰمنوا من الکفار یضحکون " (۸۳ - ۳۴) پس آج مومن کفار کی حالت پر ہنسیں گے
اس طریق سے حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے سامنے اجرام سماویہ کی عظمت وسطوت کا پول کھول دیا۔ اور ان کو واضح طور پر بتا دیا کہ وہ غلط راستے پر گامزن ہیں۔ اجرام سماویہ خود اثر پذیر اور زیر تدبیر ہیں۔ اور اسی تدبیر وانتظام کے تحت مختلف مقامات میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔
معاذ اللہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے کبھی شرک کیا ہو یا کائنات کی کسی مخلوق کو خالق وکارساز قرار دیا ہو۔
اس کلام کے زجر و توبیخ پر مبنی ہونے کی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اس بات پر تنبیہ وعتاب نہیں کیا۔ بلکہ ان کی تصدیق وتائید کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہماری دلیل عقلی ہے۔ تِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ جو ہم نے ابراہیمؑ کو اُن کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی ۶۱ - ۸۴)

لہٰذا ثابت ہو گیا۔ کہ یہ تمام واقعات حضرت آدمؑ وغیرہ کے واقعات سے مختلف نہیں۔ اور رضاءِ الٰہی کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

مُردے کو زندہ کرنا

آپ کا رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ کہنا، اور اِس پر اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے یقین نہیں؟ کہا کیوں نہیں۔ یقین تو ہے۔ لیکن مزید اطمینانِ خاطر کیلئے سوال ہے۔

اِس آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے ایمان والیقان کو مشتبہ نہیں ٹھہرایا گیا۔ بلکہ ایمانی اور رُوحانی اعتبار سے ان کے علوِ مرتبت کا ثبوت ملتا ہے۔ اگرچہ انہوں نے مُردہ، زندہ ہونے کی کیفیت ابھی مُلاحظہ نہیں فرمائی۔ اور خود حضرت ابراہیمؑ کا بیان ہے۔ کہ وہ راسخ العقیدہ مؤمن ہیں۔ صرف کیفیتِ اِحیاء کا مشاہدہ مقصود تھا۔ مثلاً ہم ہاتھی، مگرمچھ، چاند گرہن، شاہِ وقت اور نادرِ روزگار عجوبہ چیز کے وجود میں شک اور انکار نہیں کرتے۔ پھر بھی اعجوبہ چیز جس نے کبھی نہ دیکھی ہو وہ اُسے دیکھنے کا متمنی اور خواہشمند ضرور ہوتا ہے۔ اور اِس کے دل میں عجب چیز دیکھنے کی حسرت ہوتی ہے۔ حالانکہ اُس کے دل میں اُس چیز کے وجود کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی علیہ السّلام نے فرمایا۔ نحن احق بالشک من ابراھیم
کہ ہم ابراہیم علیہ السّلام کی نسبت شک کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔
دریں حالت جو شخص یہ سمجھے کہ نبی علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کی صفت احیاء میں شک تھا
وہ صریحًا کافر ہے۔ دراصل یہی حدیث حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے "عدم
شک" کی دلیل ہے۔

حدیث کا پس منظر

واقعہ یہ ہے۔ کہ جب آیت" رب ارنی کیف تحی الموتیٰ الخ، نازل ہوئی۔ تو بعض لوگ کہنے لگے۔ دیکھو! حضرت ابراہیمؑ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارہ میں شک واقع ہوا ہے۔ اور ہمارے نبی علیہ السّلام کو ذرا شک نہیں۔ تو ہمارے نبی کا درجہ ابراہیمؑ سے فائق ہے۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے از راہ تواضع یہ حدیث بیان فرمائی (مترجم)

یعنی اگر حضرت ابراہیمؑ کا یہ سوال بطور شک ہوتا۔ تو وہ لوگ حضرت ابراہیمؑ سے شک کے زیادہ سزاوار تھے۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفتِ احیاء کا مشاہدہ نہیں کیا۔ جس کا حضرت ابراہیمؑ کو ہو چکا ہے۔
جب ایسے لوگ جنہوں نے قدرتِ احیاء کا بالکل مشاہدہ نہیں کیا۔ شک نہیں کرتے۔ تو حضرت ابراہیمؑ کا بالاَولیٰ شک سے بالاتر ہوئے۔

حاصلِ کلام

اس آیت کی بنا پر جو شخص حضرت ابراہیمؑ کیطرف شک وشبہ منسوب کرتا ہے۔ وہ دراصل اُن کیطرف کفر منسوب کرتا ہے۔ اور جو شخص نبی کو کافر کہتا ہے۔ بلاریب وہ خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بفرضِ محال یہ سوال اگر ان سے بطور شک صادر ہوتا ہے۔ تو قدرتِ خداوندی پر ہم اُن سے بدرجہا زیادہ شک و شبہ کا شکار ہوتے ہیں۔ جب ہم شک و ارتیاب میں مبتلا نہیں۔ تو ابراہیمؑ اس سے بالا و برتر ہونگے بحمد اللہ! ہم اس اعتقاد کی بیہودگی سے خوب واقف ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت و دسترس سے بالا نہیں۔

کافر کیلئے استغفار

منکرینِ عصمت نے "سَاَسْتَغْفِرُ لَکَ رَبِّیْ (۱۹-۴۷) میں اپنے رب سے تیرے لیئے استغفار کرونگا سے بھی استدلال کیا ہے۔ یہ کوئی قابلِ حجت بات نہیں۔ کیونکہ آپ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (۹-۱۱۴) اور جب یہ واضح ہو گیا۔ کہ "والد" خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کی مدح و توصیف فرمائی۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے استغفار کرنا، اُن کی زندگی میں ایمان لانے کی اُمید پر منحصر تھا۔ جب وہ بحالت کفر فوت ہو گیا تو آپ نے بیزاری کا اظہار کیا۔ اور پھر کبھی استغفار نہیں کیا

حضرت لوط علیہ السلام

منکرینِ عصمت نے لوط علیہ السلام پر اس آیت سے الزام عائد کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ لَوْ اَنَّ لِی بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ آوِی اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْد (۱۱ - ۸۰) کاش " آج " مجھ کو تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی۔ یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑ جاتا"۔ اور ایک حدیث بیان کی ہے۔ رَحِمَ اللّٰہُ لُوْطًا لَقَدْ کَانَ یَاوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ، اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ طاقت ور حمایتی کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

اُن کے خیال میں نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی حضرت لوطؑ پر اعتراض کا حکم رکھتا ہے۔ اور آپ نے ان کے طرز عمل پر تنقید فرمائی ہے۔ دیگر آپ نے کافروں سے کہا۔ هٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ (۱۱ - ۷۸) یہ جو میری لڑکیاں ہیں۔ تمہارے لئے جائز اور پاک ہیں۔

یہ دلائل بھی باطل ہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا آیت میں" اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْد" اور حدیث میں باہمی کوئی تضاد نہیں۔ بلکہ دونوں آیت اور حدیث مترادف اور ہم معنی ہیں۔ کیونکہ لوط علیہ السلام کسی فوری قوت اور ہنگامی مدد کے طالب تھے۔ جو خویش اقربا، قوم اور امت سے حاصل ہو جس سے اپنی غلط کار قوم کی غلط خواہشات پر قدغن لگا سکیں۔ آپ غافل نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مضبوط طاقت اور زبردست سہارے کا آسرا پکڑ سکتے ہیں۔

ان پر لوگوں کا تعاون حاصل کرنے میں کوئی گناہ نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (۲-۲۵۱) اگر اللہ تعالیٰ لوگوں ہی سے لوگوں کا دفاع نہ کرتا تو زمین پر ہمیشہ فساد برپا رہتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی مقصد کے تحت حضرت لوط علیہ السلام نے لوگوں سے تعاون حاصل کرنے کی آرزو کی تھی۔ خود نبی علیہ السلام نے تبلیغ رسالت میں انصار اور مہاجرین کی مدد حاصل کی۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام کے انسانی تعاون حاصل کرنے میں کسی کو کیا اعتراض اور نکتہ چینی کی گنجائش ہے؟

نبی علیہ السلام نے لوط علیہ السلام پر نکتہ چینی نہیں کی۔ بلکہ صرف یہ بتایا ہے۔ کہ لوط علیہ السلام "رکن شدید" زبردست سہارا، کی پناہ لیتے تھے۔ اور "رکن شدید" دراصل خدائی مدد بذریعہ ملائکہ تھی جس کا لوط کو علم نہ تھا۔

اور جس یہ اعتقاد ہو۔ کہ لوط علیہ السلام کا عقیدہ تھا۔ کہ اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی پناہ اور سہارا نہیں۔ وہ کافر ہے۔ کیونکہ اُس نے ایک نبی کو کفر کی جانب منسوب کیا۔

نیز اللہ تعالیٰ سے عدم تحفظ کا خیال ایک بدترین ظن ہے۔ یہ محال ہے۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے معجزات سے نوازا اور وہ شب و روز اس کیطرف دعوت میں مصروف ہو، وہ ایسا فرسودہ خیال کرے۔

دختران لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام کہنا کہ "یہ میری بیٹیاں ہیں" اس سے اُن کا مطلب نکاح اور محل مباح میں جماع تھا۔ ہمارا ادعیٰ ثابت ہوگیا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ جو شخص ایک بدکاری سے روکے اور کسی دوسری بدکاری کی دعوت دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برادران یوسف علیہ السلام

منکرین عصمت نے برادران یوسف علیہ السلام کے متعلق فریب دہی، یوسفؑ کو فروخت کرنے، اور اپنے والد ماجد سے دروغگوئی کے الزامات عائد کئے ہیں یہ دلائل بے وزن اور بے بنیاد ہیں۔ کہ ان کے متعلق کوئی نص کتاب و سنت میں موجود نہیں ہے نہ اجماع نہ قول صحابہ، ہاں یوسفؑ کی نبوت کی قرآن پاک میں تصریح موجود ہے۔

قبل ازیں تمہارے پاس یوسفؑ لَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ معجزات لیکر آئے تم ان کے فرمودات بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا میں برابر شک کرتے رہے یہاں جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ تک کہ وہ اللہ کو پیارے ہوگئے تو لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا (۴۰/۳۴) تم نے کہا۔ اللہ تعالیٰ، ان کے بعد ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا۔

برادران یوسف علیہ السلام کے کارنامے شاہد ہیں کہ وہ کبائر سے اجتناب نہیں کرتے تھے۔ وہ انبیاء کی فہرست میں کیونکر شامل ہو سکتے ہیں۔ ہاں یوسفؑ اور یعقوبؑ دونوں نے ان کے لئے دعائے بخشش ضرور کی تھی۔ اور کوئی سرزنش نہیں فرمائی۔

برادران یوسف علیہ السلام کے عدم نبوت کے دعویٰ کی دلیل حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ مقولہ ہے۔ جو اللہ پاک نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ "أَنْتُمْ شَرٌّ مَكَانًا" (۱۲-۷۷) تم بدترین لوگ ہو۔ ایسے الفاظ کسی نبی بلکہ صالح فرد کے لئے بھی استعمال نہیں ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔ کہ وہ بدترین درجہ کے لوگ نہیں ہوتے۔ اور انبیاء کی تعظیم و تکریم سب پر فرض واجب ہے۔

ابن نوحؑ اور برادران یوسفؑ

نوح علیہ السلام کا بیٹا، برادرانِ یوسفؑ کی نسبت اپنے باپ کا زیادہ باغی اور نافرمان تھا۔ اور برادران یوسفؑ نافرمان تو تھے مگر کافر نہ تھے۔ غیر نبی کو انبیاء کی جماعت اور فہرست میں شامل کرنا اور اسے نبی تسلیم کرنا کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ مصنوعی نبی کی تصدیق اور سچے نبی کی تکذیب میں کوئی تفاوت نہیں۔ دونوں کا گناہ یکساں ہے۔

نبی کی اولاد نبی ہوتی ہے؟

اگر برادران یوسفؑ کی نبوت کی تصدیق کرنیوالے زید بن ارقم کی یہ روایت پیش کریں کہ ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات محض اس لئے ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ تھا۔ اور نبیوں کی اولاد بھی نبی ہوتی ہے۔ انما مات ابراھیم بن رسول اللہ صلعم لانہ لا نبی بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان ولد الانبیاء انبیاء

تو یہ ایک عالم کی لغزش، نادانی اور بوجوہ شدید خود فریبی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱ - یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے ۔ (۲) اگر یہ اصول درست ہے تو ممکن ہے حضرت عیسیٰؑ اور یحییٰؑ کیطرح (معاذاللہ) ابراہیم بھی گہوارے میں ہی نبی ہوں ۔ اور ۲۲ ماہ کی عمر پاکر رحلت فرما گئے ۔ ہم ایسے عقیدے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ۔

۳ - حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بروئے لفظ قرانی کافر اور غیر صالح تھا ۔ اگر نبیوں کی اولاد لازماً نبی ہوتی تو یہ کافر، اور معتوب بارگاہِ ایزدی بھی ضرور نبی ہوتا ۔ (معاذاللہ)

۴ - اگر ایسا ہوتا تو لازماً تمام یہود نبی ہوتے ۔ بلکہ تمام روئے زمین کے باشندے نبی ہوتے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے سب اولاد ہیں ۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے ۔ پھر اولاد کی اولاد نبی ہو ۔ اس لئے کہ اُن کے آبا نبی تھے ۔ اسی طرح یہ سلسلہ ہم تک پہنچ جائے ۔ اس عقیدے کی بے ہودگی اور کفر بالکل عیاں ہو چکا ہے ۔ وباللہ التوفیق

شاید کوئی کوتاہ علم اعتراض کرے کہ یہ برادران یوسفؑ کی نبوت کا تو منکر ہے ۔ اور مجوس کے نبی اُم اسحاق، ام موسیٰ اور مریم علیہن السلام کی نبوت کا قائل ہے ۔ ہم بفضل خدا اپنے دلائل پیش کرتے ہیں ۔ تاکہ حقیقت بے نقاب ہو جائے ۔ اور یہ اسی کا سہارا پکڑتے ہیں ۔

جس کی نبوت کی اطلاع اللہ نے ہمیں نہ دی ہو ۔ رسول اللہ صلعم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی نبوت کی تصریح نہ فرمائی ہو۔ اور جمہور نے بتواتر اُس کے معجزات نقل نہ کیے ہوں۔ ہم اُس کے نبی ہونے کا اقرار نہیں کرتے۔ بلکہ اُس کی تردید کرتے ہیں۔ اِس لئے کہ جھوٹے نبی کا اعتراف اذعان اللہ تعالیٰ پر افتراء و بہتان ہے۔ جو ایک مسلمان سے محال ہے۔

اُمہات انبیاء کی نبوت

اور جس نبی کی صراحت قرآن میں مذکور ہو ہم اُس کی تردید نہیں کر سکتے۔ چنانچہ موسیٰؑ، عیسیٰؑ، اسحاقؑ علیہم السلام کی ماؤں کے متعلق قرآن پاک میں بوضاحت مذکور ہے۔ کہ بعض سے ملائکہ ہم کلام ہوئے۔ اور بعض کو اللہ تعالیٰ نے غیبی امور کی اطلاع بخشی۔ اور یہی نبوت ہوتی ہے۔ اِس کے علاوہ نبوت کسی چیز کا نام نہیں۔ لہٰذا بنص قرآن ان کی نبوت ثابت ہو گئی؟

نبی مجوس

مجوس کا اہل کتاب ہونا یقینی امر ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان سے جزیہ وصول فرمایا تھا۔ جو بجز اہل کتاب کے لینا مباح نہیں۔ پس جو شخص نبی علیہ السلام کی طرف "غیر اہل کتاب" سے جزیہ وصول کرنے کی نسبت کرے۔ اُس نے آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا افتراء کیا۔ اور ایسے گناہ کی جرأت کی جس سے مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ اہل کتاب نہیں۔ کیونکہ بغیر نبی کے ... جس کے سپرد تعلیم و تبلیغ ہوتی ہے ... کتاب کا نازل کرنا محال اور خلاف دستور الٰہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا واضح ہو گیا۔ کہ مجوس میں بھی یقیناً کوئی نہ کوئی نبی بھیجا گیا تھا۔ مزید برآں لاتعداد لوگوں نے اس سے معجزاتِ انبیاء نقل کئے ہیں۔ اور جو بات باہمی اتفاق اور سمجھوتے کے بغیر جمہور اور انبوہ عظیم نقل کریں۔ اس کا تسلیم کرنا واجب ہوتا ہے۔

وہ متواتر روایات جن کا مشاہدہ سے تعلق ہے۔ اُن کے بیان میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں۔ جو شخص صرف اہل اسلام کی متواتر روایات کے قبول کرنے کے قائل ہیں۔ ہم اُس سے یہ دریافت کریں گے۔ کہ شاہان روم کی موت کی خبر، آپ کے نزدیک کیسے درجہ صحت کو پہنچ سکتی ہے۔ حالانکہ اُن کے پاس کوئی مسلم موجود نہ تھا۔ یہ خبر ہمیں صرف یہود نے، عیسائیوں سے نقل کر کے بتائی ہے۔ ایسے اور بیسیوں واقعات موجود ہیں۔ جو اُن کی تردید کرے گا۔ وہ حواس باختہ ہے اور خود فریبی میں مبتلا ہے۔ اور ہمیں معلوم ہے۔ کہ اہل اسلام غیر مسلم جمہور کی روایات کو ان کے مسائل کی صحت کی حد تک درست سمجھتے ہیں۔ مزید برآں مسلمانوں کا ہدایت یافتہ ہونا بھی جمہور کی خبر متواتر سے معلوم ہے۔

الغرض جمہور کی نقل روایت کی صحت و درستی، اسلامی اصولوں کی مرہون منت نہیں۔ بلکہ یہ تو بدیہی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ کہ پہلے لوگوں کی کتابیں اور نوشتے ہیں۔ "وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ" (۱۶۴)

ہم نے بعض رسولوں کے حالات آپکو بتائے اور بعض کے نہیں بتائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت یوسف علیہ السلام

منکرین عصمت کہتے ہیں کہ (۱) یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائی بنیامین کو گرفتار کرنا، اور (۲) والد کو پریشان کرنا۔ خلاف عصمت ہے۔ وہ عرصہ دراز تک ان کی جدائی میں تڑپتے رہے۔ درانحالیکہ وہ اپنے والد کو حقیقت حال سے آگاہ کر سکتے تھے۔ اور حضرت یوسف کو ان کے شدید صدمہ کا علم تھا۔ صرف ان کے درمیان دس دن کا سفر حائل تھا۔ بایں ہمہ ایسا نہیں کیا۔

۳۔ شاہی پیمانہ بھائی کے سامان میں چپکے سے رکھوا دیا۔ پھر خود ہی منادی کرا دی۔ کہ قافلہ والو! تم چور ہو۔ حالانکہ وہ چور نہ تھے۔

۴۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (۱۲-۲۴) زلیخا ارادہ کر چکی تھی۔ اور اُس نے بھی ارادہ کر لیا ہوتا۔ اگر وہ "برہان ربانی" نہ دیکھتے ۵۔ فرعون کی ملازمت و خدمت کی۔

۶۔ اپنے رفیق جیل سے کہا۔ اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (۱۲-۴۲) اپنے مالک سے میرے بارے میں بھی کہنا۔

یہ تمام شکوک و اعتراضات خرافات ہیں ہم بفضل خدا ہر ایک کی قلعی کھولتے ہیں۔

بھائی کی گرفتاری

بھائی کی گرفتاری جس سے والد کی پریشانی کی نوبت آئی اور صرف اس لئے تھی۔ کہ اس کے ساتھ محبت و شفقت کا اظہار کریں اور باقیماندہ بھائی بھی دوبارہ واپس چلے آئیں۔ اور یہ گرفتاری دائمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفافت کا باعث ہو۔ اگر وہ بن یامین کو اپنے ساتھ لے جاتے تو غالباً وہ کبھی واپس نہ آتے۔ کیونکہ وہ دُوسری حکومت کے باشندے تھے جہاں حضرت یوسف اور عزیز مصر کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔ وہ رسول جسے اللہ تعالیٰ علم و عرفان اور تعبیر رؤیاء سے نوازے اس کے افعال کردار کی احسن ترین توجیہہ کے علاوہ کسی اور امر کی قطعاً گنجائش نہیں نیز منکرین عصمت کے پاس ہمارے مذکورہ دلائل کے خلاف کوئی نص موجود نہیں۔

ایک صالح مسلمان کے متعلق والدین کی نافرمانی اور عصیان کا گمان درست نہیں۔ چہ جائیکہ ایک برگزیدہ رسول پر بدگمانی کی جائے۔

والد کو اطلاع نہ دینا۔ یہ اعتراض کہ یوسف علیہ السلام عرصۂ دراز تک گم اور مفقود الخبر رہے۔ اور دانستہ والد کو حرمان نصیب رکھا۔ اور کوئی خبر خیریت نہ دی ________ دراصل یہ اعتراض غائیت درجہ غفلت اور جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام فلسطین کے علاقہ کنعان میں ایک فاقہ کش اور خانہ بدوش قوم کے درمیان رہائش پذیر تھے۔ جہاں کی زبان الگ، حکومت علیحدہ اور قوم دیگر تھی۔ جیسے آج کل ہمارے مضافات میں وہ لوگ ہیں جو عیسائی مقبوضات فالیش وغیرہ میں آباد ہیں یا صحرا بربر میں سکونت پذیر ہیں۔ دیگر حضرت یوسف علیہ السلام کو جدائی کے بعد والد ماجد کے متعلق کوئی خبر نہ تھی۔ زندہ ہیں یا نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اُن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو صرف اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا خیال ضرور تھا۔ کہ وہ بھائیوں کو ان کے کرتوت سے آگاہ ضرور کریں گے۔

نیز اُن کو مذکورہ بالا" علاقائی اختلاف کے باعث کوئی معتبر اور قابل اعتماد آدمی نہ مل سکا۔ جسے اُن کیطرف روانہ کرتے

بنائے اعتراض

مصر و شام کے درمیان آمد و رفت وہی شخص آسان سمجھتا ہے۔ جو آج کل کی صورت حال پر قیاس کرتا ہے۔ کہ دونوں ممالک میں ایک امیر، ایک مذہب۔ ایک زبان اور ایک ہی قوم آباد ہے۔ رستہ رواں ہے۔ تاجروں کی آمد و رفت ہے۔ راستے میں مسافر آتے جاتے ملتے ہیں۔ رسل و رسائل کا سلسلہ قائم ہے لیکن اس زمانے کے حالات دگرگوں تھے . . . . مندرجہ بالا حقائق کی دلیل یہ ہے۔

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے حالات پر قابو پالیا۔ تو ذرا برابر تاخیر سے کام نہیں لیا۔ فوراً والدین اور جملہ اہل و عیال کو بلوالیا۔ جبکہ عام قحط اور خشک سالی کے باعث لوگ ان کے محتاج و تابع فرمان تھے۔

نیز جب بھائیوں نے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا۔ آپ اس" وعدہ ربانی " کی تکمیل کے منتظر تھے۔ لہٰذا وہ اطلاع پاتے ہی حسب وعدہ خداوندی بصد شوق و نیاز چلے آئے۔

ہم نے لبنا کس اور آفریخ کے اکثر اسفار کو دیکھا ہے اگر انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدین کو اپنے پاس بلوانا ممکن ہوتا تو وہ فوراً بلوا لیتے۔ مگر وہ ایسی مشکلات میں پھنسے کہ نہ بلوا سکے۔ اور یہی حالات حضرت یوسف علیہ السلام کو درپیش تھے۔

سَرِقَہ

بھائیوں کو چور کہنا، حالانکہ وہ چور نہ تھے۔ بلکہ خود حضرت یوسف علیہ السلام نے پیمانہ اس کے سامان میں رکھوا دیا تھا۔ تو حقیقت یہ ہے۔ کہ یوسفؑ نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت یوسف کو والد سے چرا کر فروخت کر دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے "سَرَقتم الصّوَاع" "تم نے پیمانہ چرایا ہے"۔ ہرگز نہیں کہا۔ بلکہ صرف یہی کہا ہے۔ کہ شاہی پیمانہ نہیں ملتا۔ اور وہ اس اعلان میں بالکل حق بجانب اور راست گو تھے۔ کیونکہ اُن کے پاس وہ موجود نہ تھا۔ لہٰذا وہ اس کو مفقود پا رہے تھے۔

غیر مسلم حکومت کی ملازمت

فرعون کی ملازمت محض "خطرہ" کے باعث اختیار کی۔ کہ اس حسنِ تدبیر سے ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی گلوخلاصی کرا دے۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے۔ کہ عزیزِ مصر یا بعض ارکان سلطنت حضرت یوسفؑ پر ایمان لے آئے ہوں۔
آپ کی یہ خدمت اور ملازمت بہرکیف نیکی اور کارِ خیر تھی۔ والدِ بزرگوار کی ملاقات عدل و انصاف کے قیام اور لوگوں کی زندگی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفاظت کا ذریعہ تھی۔ مزید برآں انہیں غلبہ حاصل کرنے کی قوت نہ تھی۔ اور اس کے بغیر کوئی اور ذریعہ ممکن نہ تھا۔ نیز ان کی شریعت میں یہ امر مباح اور جائز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (۵ - ۴۸) ہم نے ہر ایک فرقہ کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔

سجدہ

والدین کا انہیں سجدہ کرنا، حضرت یعقوب ؑ اور یوسف علیہما السلام کی شریعت میں ناجائز نہ تھا۔ بلکہ ایک کار خیر اور ان کے خواب من جانب اللہ کی تعبیر تھی۔ یہ سجدہ بطور تحیہ و سلام تھا۔ جیسا کہ ملائکہ حضرت آدم کے سامنے سجدہ ریز ہوئے تھے۔ سجدۂ عبادت و تذلل قطعاً نہ تھا محض تعظیمی سجدہ تھا۔

غیر اللہ سے توسل

اپنے رفیق جیل سے کہنا کہ "اپنے مالک سے میرے بارے میں بھی کہنا" یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اس لئے کہ قید سے رہائی کی آرزو کوئی ممنوع امر نہیں۔ اور نہ ہی اس امر سے اللہ تعالیٰ سے بے نیازی اور غفلت کا پہلو نکلتا ہے۔ البتہ انہوں نے رفیق جیل کو ایک نیک کام کی ترغیب دی۔ اور اس پر آمادہ کیا۔ جو بوجوہ آپ کے لئے ضروری تھا۔ اپنی ذات کو ظلم و ستم سے بچانے کیلئے اور اسے نیک کام کی تلقین کے لئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسیان

فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ (۱۲-۴۲)
شیطان نے اُسے اپنے مالک کے پاس ذکر کرنے سے بھلا دیا۔ "فانساہ" میں ضمیر منصوب "ہ" حضرت یوسفؑ کے "رفیق جیل" کیطرف راجع ہے۔ یعنی شیطان نے اُسے حضرت یوسفؑ کا معاملہ پیش کرنے سے فراموش کر دیا۔

اِس اَمر کی دلیل "وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ" ہے۔ اُسے مدت کے بعد وہ بات یاد آئی۔ (۱۲-۴۵) یعنی عرصہ بعد یاد آنے کی بات وہی ہے۔ جو وہ اپنے مالک کے پاس "شیطانی ذہول" کے باعث پیش کرنا بھول گیا تھا۔ تاوقتیکہ اُسے وہ بات یاد آگئی۔۔۔۔ ممکن ہے آیت میں "ذِكْرَ رَبِّهٖ" سے مراد اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔ کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا۔ تو حضرت یوسفؑ کی ضرورت کو بھی ضرور یاد کرتا۔

اگر "فَاَنْسٰهُ" کی ضمیر منصوب حضرت یوسفؑ کی طرف بھی راجع ہو تو۔ اِس میں کوئی قباحت اور محظور لازم نہیں آتا۔ اِس لئے انبیاء علیہم السلام سے "سہو" "خلاف شرع" افعال سرزد ہو سکتے ہیں۔

ھمّ کا مفہوم

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (۱۲-۲۴)
زلیخا ارادہ کر چکی تھی۔ اور اُس نے بھی ارادہ کر لیا ہوتا۔ اگر وہ "برہان ربانی" نہ دیکھتے۔ بعض کوتاہ اندیش لوگ تو یہاں تک بھی کہہ چکے ہیں۔ کہ وہ وہاں پر بیٹھ گئے تھے۔ جہاں مرد کی عورت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے" بوقت جماع "نشست ہوتی ہے۔

ایک ظاہر بین اور سطحی نظر رکھنے والے نے اس آیت سے یہ مفہوم لیا ہے۔ معاذ اللہ کیونکہ یہ تو ایک ادنیٰ نیک مسلمان سے بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ ایک برگزیدہ نبی کے متعلق یہ بدگمانی کی جائے۔

تحقیق قول ابن عباسؓ

معترض کہے کہ یہ تو حضرت ابن عباسؓ سے بسند صحیح منقول ہے، تو گزارش ہے۔ کہ بجز قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کسی کا قول حجت نہیں۔ دیگر ابن عباسؓ کے قول میں غلطی دراصل ابن عباسؓ کے علاوہ نیچے کے کسی راوی سے لاحق ہوئی ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے بھی اس روایت پر یقین نہ کیا ہو۔ اور کسی مجہول شخص سے سن کر بیان کر دیا ہو۔ اس لیئے کہ آپ" اس وقت" موقعہ پر موجود نہ تھے۔ اور نہ ہی ابن عباسؓ نے رسول اللہ صلعم سے یہ قول روایت کیا ہے۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کہ ابن عباسؓ نامعلوم" واقعہ پر قطعی رائے قائم کریں۔

www.KitaboSunnat.com

آیت کا مفہوم

درج ذیل دو معانی میں سے آیت کا ایک معنی یہ ہے۔ (۱) مار گرانے اور زدوکوب کا ارادہ تھا جیسا کہ ھَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُوْلِهَا لِيَاْخُذُوْهُ" (۴۰ - ۵) کہ ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ارادہ کیا۔ کہ پکڑ لیویں اُس کو۔ اور محاورہ ہے " ھَمَمْتُ بِکَ " کہ میں نے تمہارے متعلق ارادہ کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے آپ کو " برہان " دکھا دی۔ جس کے باعث آپ اس کے زدوکوب سے بے نیاز ہو گئے۔ اور آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ یہاں سے بھاگ جانا، زیادہ مفید ہے۔ کہ عفت و پاکدامنی کا واضح ثبوت ہے۔ جیسا کہ بعد میں قمیص پھٹنے کے واقعہ سے " شاہد " کے فیصلہ سے ظاہر ہوا۔ ۲۔ آیت " وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ " تک تام اور مکمل ہو جائے۔ اور دوسرا واقعہ " وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ " سے شروع ہو۔ یعنی اگر یوسفؑ " برہان ربانی " نہ دیکھتے تو وہ بھی اس سے ارادہ کر لیتے۔ آیت کے ظاہری معنی بغیر کسی تاویل کے تکلف کے یہی ہیں۔ اور یہی ہمارا مسلک ہے۔

ایک روایت

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے آیت " ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ " (۱۲۔ ۵۲) یہ اس لیئے کہ اُسے معلوم ہو جائے۔ میں نے اُس کی عدم موجودگی میں خیانت نہیں کی تلاوت فرمائی۔ تو بیان کیا۔ کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کہا تو حضرت جبریلؑ نے اعتراض کیا۔ کہ اپنے " ھَمّ " قصد و ارادہ کو یاد کرو۔ تو حضرت نے جواب دیا۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (۱۲۔ ۵۳) میں اپنے نفس کی براءت نہیں کرتا۔ کیونکہ نفس تو برائی کا حکم دیتا ہی ہے۔ اس حدیث میں بھی کسی لحاظ سے بدکاری کا قصد و ارادہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں صرف یہ ہے۔ کہ آپ نے کسی امر کا قصد و ارادہ کیا تھا۔ اور یہ درست ہے جیسا کہ ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں۔

بدکاری کا ارادہ بہرکیف نہ تھا۔ صرف گھر کی مالکہ کو زدوکوب کرنے کا ارادہ تھا۔ اور یہ بھی آقا کی خیانت ہے۔ اعتراض باطل ہو گیا۔ اور آیت کے دونوں مفہوم صحیح ثابت ہوئے۔

بُرہان رَبّانی

یہاں "برہان ربانی" سے مراد عصمت و نبوت ہے۔ اگر برہان ربانی نہ ہوتی۔ تو وہ بلاشک بدکاری کا ارادہ کر لیتے ـــــــ ممکن ہے کہ ایسے شخص کا دین تباہ ہو جائے۔ جو ایک برگزیدہ مقدس رسول کیطرف تو گھناؤنے فعل کی نسبت کرتا ہے۔ اور خود اپنی ذات کو اس سے پاک سمجھتا ہے۔

اور نبی علیہ السلام نے بھی ایسے شخص کی ہلاکت کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ جو آپ کی نسبت کوئی بدگمانی رکھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ آپ کو دو انصاریوں نے ایک تنہا عورت کے ہمراہ دیکھا۔ تو ان کے دل میں آپ کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ کہ نامعلوم عورت کون ہے؟ تو آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا یہ میری بیوی صفیہ ہے۔

جس شخص کے پیش نظر یہ آیت ہو کَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ (۱۲ ـ ۲۴) اور اسی طرح ہم نے کیا تا کہ پھیر دیں۔ اس سے برائی اور بے حیائی کو، محال ہے۔ کہ وہ حضرت یوسفؑ کی نسبت زنا کے ارادہ کا گمان کرے ہم منکر عصمت سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ "قصد زنا" کا کیا مطلب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتا ہے۔ وہ سوء (برائی) ہے۔ یا غیر سُوء (نیکی) اگر اُس نے غیر سُوء (نیکی) کہا تو یہ خلاف دانش و اجماع ہے۔ کیونکہ وہ متفقہ طور پر سب کے نزدیک بُرائی ہے۔ اور برائی سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پاک رکھا ہے تو یقیناً "قصد برائی" سے بھی اُن کو باز رکھا ہے۔ . . . . نیز جبکہ عزیز کی بیوی نے کہا تھا (جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے۔ اس کی کیا سزا ہے) (۱۲-۲۵) تو حضرت یوسفؑ نے بُرائی کے ارادہ کا فوراً انکار کیا۔ اور ایک حق پرست گواہ نے فیصلہ کن بات کہی۔ کہ اگر یوسفؑ کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے۔ تو عورت جھوٹی اور وہ سچے لہٰذا قرآن سے ثابت ہے کہ عورت جھوٹی ہے۔

اور جب قرآن سے اس کا کذب ثابت ہو گیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت یوسفؑ نے ہرگز اُس سے برائی کا ارادہ نہیں کیا۔ پس واضح ہو گیا۔ کہ زنا کا ارادہ بالکل نہیں کیا۔ معاذ اللہ) اگر آپ زنا کا ارادہ کرتے تو وہ سچی ہوتی۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السّلام کے متعلق یہ آیت بھی مذکور ہے کہ

اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَکُنْ مِّنَ الْجَاهِلِیْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ کَیْدَهُنَّ (۱۲-۳۳-۳۴)

خدایا! اگر تو اِن عورتوں کے مکر مجھ سے دُور نہ رکھے گا۔ تو میں اِن کی طرف مائل ہو جاؤنگا۔ اور جاہلوں میں ہو جاؤنگا۔"

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول کی۔ اور انہیں عورتوں کے مکر سے دُور رکھا لہٰذا واضح ہو گیا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السّلام کبھی زوجہ عزیز کیطرف مائل نہیں ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ

منکرین عصمت نے اس آیت سے استدلال لیا ہے کہ "فَارِغًا" سے مراد "بے قرار" اور "بے چین" ہے۔ اور یہ خلاف عصمت اور خلاف حکم خداوندی ہے۔

کہ اُم موسیٰ کا دل اس سے فارغ ہو گیا۔ اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کئے ہوتے تو عجب نہ تھا کہ وہ ہمارا معاملہ ظاہر کر دیتیں۔

أَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا (۲۸ - ۱۰)

دراصل "فارغاً" کے معنی ہیں۔ موسیٰؑ کے غم سے یکسر خالی اور بے فکر ہو جانا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے حضرت موسیٰ کی واپسی کا وعدہ کر لیا تھا۔ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ (۲۸ - ۷)

محال ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تو اس کی واپسی کا ذمہ دار ہو اور پھر بھی ان کی والدہ کا دل مضطرب اور بیقرار ہو۔ کسی ہوشمند سے ایسا گمان کرنا محال ہے "إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ" کے معنی ہیں کہ فرط انبساط سے خدا کے فضل و نوازش کو ظاہر کر دیتیں۔

اُمّ موسیٰ کا اس کی بہن سے کہنا۔ کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا (۲۸ - ۱۱) یہ روانگی بذریعہ الہام تھی۔ اس لئے کہ بہن شیر خوار بھائی کے دشمن کے قبضہ میں آجانے کے بعد رہائی کا منظر اور قدرت الٰہی کا کرشمہ اپنی آنکھوں سے جا کر دیکھے۔ اور اس کی واپسی کے وعدۂ الٰہی کی تکمیل کا باعث بنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معترضین نے حضرت موسیٰؑ کے متعلق یہ آیت پیش کی ہے۔ کہ بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ تو حضرت ہارونؑ نے کہا۔ "یَابْنَ اُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ" اے میرے بھائی میری ڈاڑھی اور سر کے بال نہ پکڑیئے۔

منکرین عصمت کہتے ہیں۔ کہ بے گناہ بزرگ سال اپنے جیسے بنی کی ڈاڑھی اور سر کے بال نوچنا معصیت ہے۔

یہ بھی برخود غلط لوگوں کے خیال کے مطابق نہیں۔ آیت کے دو معنی ہو سکتے ہیں

۱۔ موسیٰ علیہ السلام کا بھائی کے سر کو پکڑنا، اپنی جانب متوجہ کرنے اور ڈانٹ پلانے کی خاطر تھا۔ کہ جب اُن کو "بے راہ" سمجھا تو میرے پیچھے آنے اور تلاش کرنے میں تاخیر کیوں کی۔ اور سر کے بال بالکل نہیں پکڑے کہ یہ آیت میں مذکور نہیں۔ اور جو شخص آیت میں اضافہ کرے وہ مفتری اور بہتان تراش ہے۔

البتہ ہارون علیہ السلام نے جب حضرت موسیٰؑ کا غصہ تیز ہوتے دیکھا۔ اور اُن کے حملے اور جلد بازی کا اندیشہ پیدا ہوا۔ تو "یَابْنَ اُمَّ" کہہ کر اُن کے غیظ و غضب کو فرو کرنے کا ارادہ کیا تھا

اس آیت میں ہمارے بیان کردہ مفہوم کے خلاف کوئی بات نہیں جس سے منکرین عصمت کے قول کی تائید ہوتی ہو۔

۲۔ حضرت موسیٰؑ کے نزدیک ہارون علیہ السلام قابل تنبیہ تھے۔ کہ اُن کے گمراہ ہوتے وقت مجھے خبر کرنے میں تاخیر کیوں کی؟ لہٰذا بطور تنبیہ و سرزنش اُن کا سر پکڑا۔ اور یہ محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُس کی خاطر ناراضگی، کی بنا پر ہوا۔ اور اِسے ہم انبیاء سے بعید نہیں سمجھتے ہم تو محض معصیت کا علم ہوتے ہوئے، معصیت کا ارادہ کرنا، انبیاء کے شایانِ شان نہیں سمجھتے۔ (کیونکہ یہ عصمت کے منافی ہے)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اسی قسم کی بلا ارادہ غلطی اس آیت میں مذکور ہے۔ وَالَّذِیْ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ، وُہ ذات جس سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ روزِ جزا میری خطا معاف کرے گی۔

اور نبی علیہ السلام کے بارے میں بھی مذکورہ بالا قسم کی غلطی اور خطا اس آیت میں مذکور ہے۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ (۴۸ - ۲) تاکہ تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔

مذکورہ بالا خطا اور معاف شدہ گناہ صرف وہی ہیں۔ جو سہو و نسیان یا بقصدِ خیر خواہی صادر ہوئے۔ مگر رضاءِ الٰہی کے اعتبار سے وہ خلافِ اولیٰ تھے

حضرت موسیٰؑ کا اعتراض

منکر عصمت نے اس آیت میں بیان کردہ حضرت موسیٰؑ کے اس اعتراض کو خلافِ عصمت سمجھا ہے۔ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ (۱۸ - ۷۴) کہ تو نے ایک بیگناہ بچے کو بلاوجہ قتل کیا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نادانی تھی۔ کیونکہ خضرؑ ان سے عہد لے چکے تھے۔ کہ وہ کسی بات پہ اعتراض نہیں کریں گے۔ جبتک وہ خود نہ بتادیں۔

یہ اعتراض بھی فرسودہ اور لایعنی ہے۔ اس لئے کہ یہ سوال انہوں نے بھول کر کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ (۱۸ - ۷۳) کہ نسیان پر میری گرفت نہ کیجئے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے خضر علیہ السّلام سے درخواست کی ۔کہ وہ بھول چوک پہ گرفت نہ کریں نسیان پر حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مؤاخذہ اور گرفت کرنا ، اس بات کی دلیل ہے ۔کہ انبیاء سے سہو و نسیان پر بھی گرفت ہوتی ہے ۔نیز ہر ایک فعل پر جو بقصد خیر ہو۔ مگر رضائے الٰہی کے اعتبار سے وہ خلاف اولیٰ ہو۔

موسیٰ علیہ السّلام نے " ظاہر خیال " کی بنا پہ اعتراض کیا ۔ اور لڑکے کو بے گناہ سمجھا ۔اس لئے کہ اُس کا کوئی گناہ معلوم نہ تھا ۔ البتہ خضرؑ کو اس لڑکے کے کفر اور استحقاق قتل کا " لدنی علم " تھا ۔ اور حضرت موسیٰؑ نے یہ سوال محض اللہ تعالیٰ کی رضا و رحمت اور قتل کا اصل سبب معلوم کرنے کی خاطر کیا تھا ۔

اعتراف قتل

منکرین عصمت نے اس آیت سے بھی استدلال لیا ہے ۔ فَعَلْتُهَا وَاِذْ "اَوَاَنَا مِنَ الضَّالِّينَ (۲۶ - ۲۵)

" جب میں نے یہ کام کیا تھا ۔ تو میں بے خبر تھا "۔۔۔ یہ بات درست ہے ۔لیکن یہ واقعہ اُن کا نبوت سے پہلے کا ہے ۔کیونکہ وہ اِن علوم سے غافل تھے ۔جن کی طرف نبوت کے بعد اُن کی رہنمائی ہوئی ۔

ضلال کے معنی غفلت اور حرمان علم کے ہیں ۔ محاورہ ہے ' اَضْلَلْتُ بَعِيْرِی " مجھے میرے اونٹ کا پتہ نہیں ۔ اور ضلال کا معنی قصد گناہ ہرگز نہیں ۔ اسی طرح نبی علیہ السّلام کے متعلق آیا ہے ۔ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى (۹۳ - ۷) کہ نور نبوت سے محروم پا یا پس رہنمائی کی ۔ یعنی اس رہنمائی سے قبل نبوت و رسالت کے علم و [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے محروم تھے۔

معترضین نے اس سلسلہ میں یہ آیت نقل کی ہے۔ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰہَ

انہوں نے کہا کہ اللہ ہمیں کھلم کھلا فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰہَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْ

دکھاؤ۔ تو اُن کے مجرمانہ سوال کی هُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ (۴-۱۵۳)

وجہ سے بجلی نے پکڑ لیا۔

پھر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کیا۔

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ (۷-۱۴۳) اے رب مجھے اپنا آپ دکھا

دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ تو یہ ایک ایسا

سوال تھا۔ جس کے خواستگاروں کو اس سے پہلے سزا مل چکی تھی۔

ان کا یہ استدلال بھی دو وجہ سے لایعنی اور لغو ہے۔

۱۔ حضرت موسیٰؑ نے درخواست بنی اسرائیل کے سوال سے قبل اور اُن کے

اس سوال کے ناجائز ہونے کی اطلاع سے پہلے کی تھی۔ نیز اس میں قباحت

بھی نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے ایک عظیم فضیلت حاصل کرنے کی درخواست

کی تھی۔ جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عالی منصب کے خواہاں تھے۔

۲۔ اسرائیل کا سوال اللہ کے وجود میں شک وشبہ اور گستاخی کے طور

پر تھا۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کی درخواست عظمت و رفعت کے حصول کے تحت تھی

یونس علیہ السلام

منکرین عصمت نے درج ذیل آیات کی روشنی میں حضرت یونس علیہ السلام

کو بھی مورد الزام ٹھہرایا ہے۔

اور مچھلی والے کو جب غصہ ہو کر وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلا گیا۔ پھر خیال کیا کہ ہم اُسے نہیں پکڑ سکیں گے پھر اندھیروں میں پکارا۔ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو بے عیب ہے۔ بیشک میں ظالموں میں سے تھا۔ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۲۱-۸۷) فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝

پھر مچھلی نے اُن کو نگل لیا۔ اور وہ قابل ملامت کام کرنے والے تھے۔ پھر اگر (خدا کی) پاکی بیان نہ کرتے تو اُس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس کے پیٹ میں رہتے۔ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۳۷-۱۴۴) تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو۔ اور مچھلی والے کیطرح نہ ہونا۔ کہ انہوں نے خدا کو پکارا۔ اور غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے۔ اگر تمہارے رب کی نعمت اُن کی یاوری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے۔ اور اُن کا حال ابتر ہو جاتا۔ (۶۸-۴۸) فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ (۶۸/۴۸)

معتزلین کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ناراض کرنا عظیم ترین گناہ ہے اور اس شخص سے کون زیادہ گناہ گار ہو سکتا ہے۔ جو یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں۔ نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ قابل مذمت و ملامت تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اُن کی دستگیری نہ کرتا۔ اور ظالم ہونے کا انہوں نے خود اعتراف کیا ہے۔ اور نبی علیہ السلام کو اُن کی مانند ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے منع فرمایا گیا ہے۔

اُن کے یہ تمام استدلات ناقابل قبول ہیں۔ بلکہ بحمد اللہ یہ ہمارے موقف کی تائید کرتے ہیں۔

یُونسؑ کی ناراضگی

یہ آیت "کہ حضرت یونس علیہ السلام غصہ ہو کر چلے گئے۔ اِس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو قطعاً ناراض نہیں کیا۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیا تھا۔ جو اس کا اضافہ کریگا وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور قرآن میں اپنی جانب سے اضافہ کریگا۔

ایک معمولی انسان خداوند تعالےٰ کی ناراضگی پسند نہیں کریگا۔ تو ایک نبی سے اس کی کسطرح توقع کی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ وہ قوم سے ناراض ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی یہ ناراضگی رضائے الٰہی کے موافق نہ ہوئی۔ چنانچہ مورد عتاب ہوئے۔

بے بسی

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱-۸۷)

پس اُس نے گمان کیا ہم اس پر قادر نہیں ہیں

آیت کا مفہوم معترضین کے خیال کے قطعاً موافق نہیں۔ یہ ایسا بے ہودہ خیال ہے۔ جو کسی سالخوردہ و پیر فرتوت کے متعلق بھی روا نہیں۔ اِلا یہ کہ وہ جہالت کی آخری حدود پھلانگ چکا ہو چہ جائیکہ ایسا ظن ایک نبی پر کیا جائے جو علم و فضل میں لوگوں سے برتر ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محال ہے۔ کہ کوئی نبی جس کو اللہ تعالےٰ اپنے دین کا پیامبر بنائے۔ وہ یہ گمان کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ اُس پر قادر نہ ہوگا۔ حالانکہ اُسے معلوم ہے کہ اُس جیسا ایک معمولی آدمی اُس پر قابو پا سکتا ہے۔ جو شخص ایسی "بدگمانی" کی نسبت ایک افضل و مقدس رسول کی طرف کرتا ہے۔ یقیناً اگر یہی بدگمانی اُس کی طرف منسوب کی جائے۔ تو غصّے سے لال پیلا ہو جائے۔ تو پھر اِسے ایسی بات یونس علیہ السّلام کیطرف منسوب کرنا کیونکر مناسب ہے۔ جس کے متعلق خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُونُسَ بْنِ مَتّٰی" مجھے یونسؑ سے افضل مت کہو لہٰذا یہ اعتراض باطل ہے۔

"لَنْ نَقْدِرَ عَلَیْہِ" کے معنی ہیں۔ "لَنْ نُضَیِّقَ عَلَیْہِ" یعنی ہم اُن پر تنگی نہ کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ "جب اللہ اس کی آزمائش کرتا ہے۔ تو اس پر اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے۔ یعنی "قدر" بمعنی "تنگی" ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ حضرت یونس علیہ السّلام کا خیال تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی قوم سے ناخوش ہونے پر کسی تنگی میں نہ ڈالیں گے۔ اس لئے کہ وہ بزعم خود اپنے اس کارنامے میں راست اور رضائے الٰہی کے طالب تھے۔

اللہ تعالےٰ نے جو نبی علیہ السّلام کو مچھلی والے کی مانند ہونے سے منع فرمایا ہے۔ بالکل درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی قوم سے ناراض ہونے سے منع فرمایا ہے۔ اُن کی ایذاء رسانی پر صبر و سکون اور اُن پر رحم و کرم کرنے میں سبقت لے جانیکا حکم فرمایا۔

مذمت یہ خیال کہ وہ مذمت و ملامت کے مستوجب تھے اور خدا کا رحم و کرم اُن کی دستگیری نہ کرتا۔ تو بطورِ سزا ہمیشہ مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

یہی ہم کہتے ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السّلام پر دُنیا میں ہی ایسے امور پر مؤاخذہ ہو جاتا ہے۔ جن کو وہ جزا اور تقرب الٰہی کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ مگر خلاف رضائے الٰہی ہونے کے باعث اللہ کی ناراضگی کا موجب بنتے ہیں۔ اور اسی بناء پر انہوں نے اپنے ظالم ہونے کا اعتراف کیا۔ کیونکہ "ظلم" کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنے کا نام ہے جب انہوں نے اپنی ناراضگی کو غیر شعوری طور پر بلا ارادہ غیر محل میں ظاہر فرمایا۔ تو اِس بناء پر ظلم کا اعتراف کیا۔

حضرت داؤد علیہ السّلام

معترضین نے داؤد علیہ السّلام کے متعلق درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے۔

هَلْ اَتَاكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ

بھلا تمہارے پاس اُن جھگڑنے والوں کی خبر آئی ہے۔ جب وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوار پھاند کر عبادتخانے میں داخل ہوئے۔ جبوقت داؤد کے پاس آئے تو وہ اُن سے گھبرا گئے۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے۔ کہ ہم میں سے ایک نے دُوسرے پر زیادتی کی ہے۔ تو آپ ہمارا فیصلہ کر دیجئے انصاف کا اور بے انصافی نہ کیجئے گا۔ اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے (کیفیت یہ ہے) کہ یہ میرا بھائی ہے۔ اِس کے پاس نانوے دُنبیاں ہیں۔ اور میرے پاس ایک دُنبی ہے یہ کہتا ہے۔ کہ یہ بھی میرے حوالے کر دو اور گفتگو میں مجھ پر زیادتی کرتا ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ یہ جو تیری دُنبی مانگتا ہے۔ کہ اپنی دنبیوں میں ملالے بیشک تم پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں۔ ہاں جو ایمان لائے۔ اور نیک عمل کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اور داؤدؑ نے خیال کیا۔ کہ ہم نے اُنہیں آزمایا ہے۔

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ۝ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۝ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ۝ (۳۸-۲۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جھک کر گر پڑے۔ اور رجوع کیا۔ تو ہم نے انہیں بخش دیا۔ بیشک اُن کے لیئے ہمارے پاس عمدہ مقام اور قرب ہے۔

یہ واقعہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ مسخروں، جھوٹوں اور یہود کی خود ساختہ روایات اور خرافات سے استدلال کرنیوالوں کے لیئے اس واقعہ میں کوئی دلیل نہیں۔

اصل مفہوم

آیت کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مقدمہ تھے۔ وہ اپنی اپنی بھیڑوں کے تنازع میں آپ سے فیصلہ کروانا چاہتے تھے۔

جس کا خیال ہے کہ "خصمان" ملائکہ تھے۔ اور "نعجہ" کے لفظ سے عورتوں کے تنازعہ کی طرف تعریض کر رہے تھے۔ اُس نے اللہ تعالیٰ پر بہتان لگایا۔ افترا پردازی کی۔ قرآن میں اضافہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی۔ اور ملائکہ کی غلط بیانی کا اعتراف کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هَلْ اَتٰكَ نَبَاُ الْخَصْمِ، کیا آپ کو اہل مقدمہ کا واقعہ معلوم ہے۔

اور معترض کہتا ہے۔ کہ اہل مقدمہ انسان نہ تھے۔ نہ ایک نے دوسرے پر ظلم کا ارتکاب کیا۔ نہ کبھی ایک کی ننانوے بھیڑیں اور نہ دوسرے کی ایک تھی۔ اور ایک نے دوسرے سے کہا۔ کہ یہ ایک بھی مجھے دے دو۔

حیرت ہے کہ اہل باطل خود کو اس بات میں کیوں تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ مزید برآں یہ دعویٰ بلا دلیل و برہان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخدا ار مسلمان اپنی ذات کو اور اپنے پاکدامن ہمسایہ کو اس بات سے محفوظ و مضمون رکھتا ہے۔ کہ ہمسایہ کی بیوی سے آنکھ لڑائے۔ اور پھر اُس سے شادی رچانے کی غرض سے اُس کے شوہر کو قتل کرائے۔ نیز ہر شخص محض ایک پرندہ دیکھ کر نماز ترک کرنے سے بھی خود کو بالا و برتر سمجھتا ہے ایسے افعال و کردار، فاسقوں، فاجروں، احمقوں اور لا ابالی افراد سے تو سرزد ہو سکتے ہیں۔ اہل ورع و تقویٰ کا اُن سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ایک رسول سے منسوب کئے جائیں۔ جو مظہرِ وحی الہٰی اور کلام الہٰی کا قاری ہو۔

اللہ تعالےٰ نے انہیں ایسا پاکیزہ نفس عطا کیا ہوتا ہے۔ کہ ایسے فحش خیالات کا ان کے دل و دماغ میں تصور تک نہیں آسکتا۔ تو پھر یہ اُن سے سرزد کیسے ہو سکتا ہے۔

اِستغفار و سجود

حضرت داؤد علیہ السّلام کا استغفار کرنا، سجدہ ریز ہونا، اور اللہ تعالےٰ کا انہیں معاف کر دینا، یہ گناہگاری اور غلط کاری کا ثبوت نہیں بلکہ فرائض منصبی کے لحاظ سے انبیاء کرام کی شان یہی ہے۔ نیز استغفار ایک کار خیر ہے۔ جو انبیاء و ملائکہ، گناہ گار و بے گناہ سے مستبعد نہیں۔ بلکہ انبیاء و ملائکہ تو روئے زمین کے گنہگاروں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَۃً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَقِہِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ؕ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزمائش کا خدشہ

حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق معترض نے درج ذیل آیت نقل کی ہے "ظن داؤد انما فتناہ" کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو خیال گزرا۔ کہ ہم (اللہ) نے اس کی آزمائش کی ہے۔ (۳۸-۲۴) پھر مغفرت کی دعا کی۔ پھر ہم نے اسے معاف کر دیا۔

داؤد علیہ السلام کے دل میں خیال آیا۔ کہ جو انہیں ایسی وسیع سلطنت مرحمت ہوئی ہے۔ وہ فتنہ و آزمائش ہے۔ پھر انہوں نے اس بدگمانی سے مغفرت کی دعا کی۔ تو اللہ تعالے نے معاف فرما دیا۔ اس لئے کہ وہ سلطنت فتنہ و آزمائش نہ تھی۔ بلکہ اللہ تعالے کا فضل وانعام تھا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعا فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالے ان کے دل کو دین پر قائم رکھے۔

سلیمان علیہ السلام

معترضین نے حضرت سلیمان ؑ کے واقعہ پر بھی اعتراض کیا ہے۔ کہ

اور ہم نے سلیمان ؑ کو آزمایا۔ اور ہم نے اس کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا۔ پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا (۳۸-۳۴)

ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب

فتنہ سلیمان ؑ

یہ اعتراض بھی منکرین عصمت کے لئے قابل حجت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ "فتنا سلیمان" کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے انہیں سلطنت عطا کر کے ان کی اطاعت شعاری کا امتحان لیا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ

یہ محض تیرا فتنہ و آزمائش ہے

ان ھی الا فتنتک تضل بھا من

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ تَشَاءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ (۷-۱۵۵)
اور جسے چاہتا ہے سرفراز فرماتا ہے۔ (۷-۱۵۵)

اور بعض فتنے ہدایت کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صرف یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے۔ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور اُن کی آزمائش نہ ہوگی۔ اور ہم نے سابقہ لوگوں کی آزمائش کی۔ سو خدا ان کو ضرور معلوم کریگا جو سچے ہیں۔ اُن کو بھی اور جو جھوٹے ہیں۔ (۲۹-۱)

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ

جیسا کہ یہ "فتنہ" امتحان و آزمائش تھا۔ کہ ہدایت یافتہ گمراہ سے ممتاز اور جُدا ہو جائے۔ اسیطرح سلیمانؑ بھی فتنہ میں مبتلا ہوئے۔ اور کامیاب رہے ـــــ علاوہ ازیں سب غلط توجیہات ہیں۔ جو بے دین یہود اور اُن کے ہمنواؤں کی اختراع کردہ ہیں۔

جسد

سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے اُوپر جو دھڑ "ڈال دیا گیا تھا۔ اُس سے جو کچھ اللہ تعالیٰ کا مقصد تھا۔ وہ پورا حاصل ہوا۔ اور ہم "لعینہٖ" اُس پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے۔ اگر قرآن یا حدیث میں اِس "جسد" کی تشریح و تعبیر منقول ہوتی تو ہم اِس کے قائل ہوتے۔ جبکہ اِس کی تفسیر میں کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ تو کسی کے لئے بھی ظن و تخمین سے جو بدترین جھوٹ ہے تفسیر کرنا روا نہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان تراشی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع

ہمیں کسی کے اس قول کے غلط اور باطل ہونے میں کہ وہ ایک جن تھا۔ سلیمان علیہ السلام کا روپ دھار گیا تھا۔ ذرہ برابر شک نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ایسے رسوا نہیں کیا کرتا۔

اسی طرح ہم اس موضوع روایت کی بھی تردید کرتے ہیں۔ کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنا ایک لڑکا تربیت کے لئے کسی بادل کے سپرد کیا تھا کیونکہ حضرت سلیمانؑ اس قدر نادان نہ تھے۔ کہ فطری غذا۔ دودھ اور کھانا چھوڑ کر غیر طبعی طریق سے اپنے بچے کی پرورش کراتے۔ نیز یہ دونوں روایات خرافات اور خود ساختہ ہیں۔ ان کی سند قطعاً درست نہیں۔

محبت

منکرین عصمت نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق یہ آیت بھی پیش کی ہے۔

کہ میں نے اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو کر مال کی محبت اختیار کی یہاں تک کہ آفتاب پردے میں چھپ گیا۔ اُن کو میرے پاس واپس لے آؤ۔ پھر اُن کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔"

اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ رُدُّوْھَا عَلَیَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ

اس آیت کا وہ مطلب بتایا ہے۔ کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے معمولی ہوشمند آدمی کو بھی محفوظ رکھا ہے۔ تو پھر ایک برگزیدہ اور معصوم نبی کس طرح گھوڑوں کو قتل کر سکتا ہے۔ اور نماز سے غافل ہو سکتا ہے؟

یہ محض ایک خود ساختہ جھوٹا قصہ ہے۔ جو کسی بے دین کی اختراع معلوم ہوتا ہے کہ کئی ایک جھوٹ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اس قصے میں بے گناہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھوڑوں کو سزا دینا اور ان کا "مثلہ" کرنا، اور مفید مال کو بلاوجہ تلف کرنا، ایک نبی کو "ترک نماز" سے متہم کرنا، اور پھر خود کردہ گناہ کی گھوڑوں کو سزا دینا، بیان کیا گیا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہے جسے ایک کمسن بچہ بھی جائز خیال نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ ایک برگزیدہ نبی۔

دراصل آیت کا مفہوم و معنی یہ ہے۔ کہ حضرت سلیمانؑ نے بتایا۔ کہ ذکر الٰہی کی بنا پر انہیں گھوڑوں سے اس قدر والہانہ محبت تھی۔ کہ دیکھتے دیکھتے سورج غروب ہو گیا یا گھوڑے اصطبل میں چلے گئے۔ پھر ان کی واپسی کا حکم دیا۔ اور ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر دست شفقت پھیرنے لگے۔ الغرض احتمال ہے آیت کا مفہوم یہی ہے۔ اور ان کے بیان کردہ قصہ کے مطابق اس آیت میں گھوڑوں کے مارنے اور ترک نماز کی طرف اشارہ تک نہیں حالانکہ یہ نقل مسلمانوں نے بیان کیا ہے۔ ان کے یہ اقوال ناقابل قبول ہیں۔ اس لئے کہ بجز رسول اللہ کسی کا قول حجت نہیں

حدیث سلیمانؑ

منکرین نے ایک صحیح حدیث بھی نقل کی ہے۔ کہ سلیمانؑ نے فرمایا۔ امشب بیویوں کے ہاں گزاروں گا ہر بیوی سے ایک ایک مجاہد پیدا ہو گا۔ لیکن انشاء اللہ نہ کہا

یہ اعتراض حجت نہیں۔ اس لئے کہ مجاہدین کی کثرت تعداد کا ارادہ نیک ارادہ اور کار خیر ہے۔ لیکن حضرت سلیمانؑ کے متعلق یہ بدگمانی کسی طرح روا نہیں۔ کہ ان کے خیال میں تھا۔ کہ بچوں کی ولادت مشیت ایزدی کے بغیر ہو سکتی ہے۔ اور حدیث میں صاف مذکور ہے۔ کہ وہ "انشاء اللہ" کہنا بھول گئے تھے۔ لہٰذا نسیان کی وجہ سے گرفت ہوئی۔ حالانکہ ارادہ نیک ہی تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک صاحب تصرف

منکرین عصمت نے اس آیت کو بھی خلاف عصمت سمجھا ہے۔

واتل علیھم نبأ الذی اٰتیناہ اٰیاتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطانُ فکان من الغٰوین

اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیں جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو اس نے انکو اتار دیا۔ اس کے پیچھے شیطان لگا۔ تو وہ گمراہوں میں ہوگیا (۷-۱۷۵)

اس آیت میں بھی معترضین کے مفید مطلب کوئی بات نہیں کیونکہ کسی آیت اور حدیث سے معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ واقعہ جس شخص کو پیش آیا وہ کوئی نبی تھا۔ ممکن ہے کہ اس سے کسی عام امتی کو "آیات الٰہی" کی تبلیغ کسی رسول کے ذریعہ ہو۔ اور پھر وہ آیات کی تکذیب کرکے منحرف اور گمراہ ہوگیا۔ جیسے فرعون وغیرہ کو انبیاء کی معرفت تبلیغ ہوئی۔

جب یہ ثابت ہوچکا ہے۔ کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی معصیت کا ارتکاب عمداً نہیں کرتے۔ تو محال ہے اللہ تعالیٰ کسی کو "ناکردہ" فعل پر سزا دے اور نبوت چھین لینے سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں۔ اور یہ سزا کسی نبی کے لیئے سزاوار بھی نہیں۔ کیونکہ نبی سے ایسا گناہ صادر ہی نہیں ہوتا۔ جس کے باعث وہ عذاب عظیم کا مستحق ہو۔ اس بات سے عیاں ہے۔ کہ یہ مذکورہ شخص قطعاً نبی نہیں تھا۔

حدیث یحییٰ علیہ السلام

منکرین عصمت نے حسب ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

انّ ما من احدٍ الا قد الم بذنب او کاد الا یحییٰ بن ذکریا او کما قال

کہ یحییٰ علیہ السلام کے علاوہ ہر کسی نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یا گناہ کے قریب پہنچا۔" ای حبش لکھ لفظ الَمّ سے بھی یہی مفہوم نکلتا ہے (مترجم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ حدیث درست ہے۔ اور ہمارے کے عین مطابق ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ انبیاء علیہ السلام سے سہو و ارادہ خیر سے "لغزش" ہو سکتی ہے۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے۔ کہ یحییٰ کے سوا ہر کسی نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے یا گناہ کے قریب پہنچا۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ اپنے فرائض منصبی کو کبھی نہیں بھولے۔ اور نہ ہی ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا جو خلاف رضاء الٰہی ہو۔

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

معترضین نے حسب ذیل آیات و احادیث کو بھی خلاف عصمت قرار دیا ہے۔

۱۔ اگر خدا کا حکم پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا۔ تو تمہیں عذاب عظیم پہنچتا

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۸-۶۸)

۲۔ ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ ان کے پاس ایک اندھا آیا۔ اور آپ کیا جانیں شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔ یا نصیحت پکڑتا اور نصیحت اسے فائدہ دیتی۔ جو پرواہ نہیں کرتا۔ اس کیطرف آپ توجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور خدا سے ڈرتا ہے۔ اس سے آپ بے رخی برتتے ہیں

عَبَسَ وَتَوَلّٰى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمٰى وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرٰى وَأَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَأَنتَ لَهُ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكّٰى وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهّٰى (۸۰-۱۰۰)

۳۔ معترضین نبی علیہ السلام کے "سورہ والنجم" کی تلاوت کے سلسلہ میں ایک جھوٹی حدیث پیش کرتے ہیں۔ اور اس میں ایک خانہ ساز اضافہ کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ جو ان کی سیاہ بختی اور کورہ ذوقی کا آئینہ دار ہے۔ وہ یہ ہے کہ

بیشک یہ "بت" بلند مرتبہ ہیں۔ اور ان کی شفاعت پر امید ہے۔ وَاِنَّهَا لَغَرَانِيقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى

۴۔ **امنیہ**: اور [illegible] وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ [illegible] پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اس کا یہ حال تھا۔ کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تو شیطان اس کی آرزو میں وسوسہ ڈال دیتا۔ تو جو وسوسہ شیطان ڈالتا ہے۔ خدا اس کو دور کر دیتا ہے۔ پھر خدا اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔

وَلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِىْ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ

ن۔ اور کسی کام کے متعلق نہ کہنا کہ میں کل کر دونگا۔ مگر انشاء اللہ کہہ کر (یعنی اگر خدا چاہے تو)۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّىْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (۱۸ : ۲۴)

جب یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روح، ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپؐ انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ جس کے باعث آنحضرتؐ سے وحی رک گئی۔

نکاح زینبؓ

اور آپ اپنے دل میں وہ وَتُخْفِىْ فِىْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات پوشیدہ کرتے تھے جیسے خدا ظاہر کرنیوالا تھا۔ اور آپ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ حالانکہ خدا اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈریں (۳۳-۳۷)

فدیہ اور عذاب

منکرین عصمت اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کو قتل کرنے کی بجائے فدیہ قبول کر لیا تھا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

تمہارا عذاب سامنے کے اس پیڑ سے بھی قریب تر آچکا تھا اگر وہ نازل ہوتا۔ تو بجز عمرؓ کے کوئی محفوظ نہ رہتا۔

لَقَدْ عُرِضَ عَلَیَّ عَذَابُکُمْ اَدْنٰی مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لَوْنَزَلَ عَذَابٌ مَا نَجَا مِنْهُ اِلَّا عُمَرُ

اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے اُن کی گردن زدنی کا مشورہ دیا تھا۔ آنحضرت نے فدیہ قبول کر کے حضرت ابوبکرؓ کی ان پر رحم کرنیکی رائے کو ترجیح دی تھی۔

احسانِ عظیم

تاکہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے

لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (۴۸-۲)

معترضین کہتے ہیں کہ اگر آپؐ معصوم اور بیگناہ تھے۔ تو کونسا گناہ معاف ہوا۔ اور آنحضرتؐ کس چیز کے احسان مند ہیں۔

رہائی کی پیشکش

اس باب میں ذیل کی حدیث سے بھی سہارا لیا جاتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ اگر مجھے جیل سے رہائی کی پیش کش کی جاتی۔ جو یوسفؑ کو کی گئی تو میں منظور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لینا۔ جبکہ حضرت یوسفؑ کو رہائی کی دعوت ملی۔ تو وہ جیل سے باہر نہیں آئے۔ اور قاصد کو کہلا بھیجا۔ کہ اپنے مالک کے پاس جاؤ۔ اور ان سے دریافت کرو۔ کہ ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کا کیا ہنا۔ میرا مالک ان کے مکر سے آگاہ ہے۔

حضرت یوسفؑ نے جیل سے رہائی کی دعوت قبول نہیں فرمائی تاوقتیکہ "مصری عورتوں نے اپنے گناہ کا اور ان کی پاکدامنی کا اعلانیہ اعتراف نہیں کر لیا۔ اور جب تک آپ نے اس شبہ امر کا پورا اطمینان نہیں کر لیا۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے۔ کہ اگر آپ کو جیل سے رہائی کی پیشکش ہوتی تو آپ قبول کر لیتے۔ اس سے آپؐ کا مقصد یوسفؑ کا اعزاز اور اظہار فضیلت ہے اور بس اور یہی وضاحت حدیث میں مذکور ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کے ارشاد گرامی سے واضح ہے۔ لَوْلَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ ثُمَّ دُعِيتُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ

احسانِ مغفرت

آیت :۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے گناہ وہی ہوتے ہیں۔ جو اُن سے بطور نسیان سرزد ہوتے ہیں۔ یا جو ارادہ خیر سے صادر ہوں مگر رضاء الٰہی کے موافق نہ پائے جائیں چنانچہ آیت مذکورہ میں بھی دو قسم کے گناہ مراد ہیں

قبول اور عذاب

آیت "لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ" الخ (۸ - ۶۸) میں خطاب عامۃ المسلمین سے ہے۔ نبی علیہ السلام مخاطب نہیں یہ واقعہ جنگ بدر کی غنیمت میں باہمی تنازعہ کے وقت پیش آیا تھا۔ تو وہی لوگ خطاوار ہونگے۔ جو آپ سے اختلاف کرتے تھے۔ اور اس امر کی وضاحت اس سے معلوم ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ کہ :۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ (۸ - ۱)

نیز اسی سورت میں جو مالِ غنیمت کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ آیت موجود ہے۔

وہ لوگ جو حق بات میں اس کے ظاہر ہونے کے بعد تم سے جھگڑنے لگے۔ یُجَادِلُوْنَکَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَیَّنَ ۔ (۸ - ۶)

اور وعید عذاب والی آیت جس سے معترض نے استدلال کیا ہے۔ کے قبل مذکور ہے۔ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ (۸ - ۶۷) تم لوگ دُنیا کے سامان کے طالب ہو اور خدا آخرت کی بھلائی چاہتا ہے

یہ سب نصوص قرآنی ہیں" جن سے عیان ہے کہ اس آیت کے مخاطب عامۃ المسلمین ہیں۔ رسول اللہ صلعم نہیں" دیگر مالِ غنیمت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے سپرد فرمایا تھا۔

تحقیق حدیث

نزول عذاب والی روایت درست نہیں۔ اسلئے کہ اس میں عکرمہ بن عمار یمامی، متوفی ۱۵۹ھ راوی منفرد ہے۔ اور اس کا شمار ان راویوں میں ہوتا ہے۔ جن سے وضع حدیث یا غرابی حافظہ، یا کثرت خطا ثابت ہے جس کے باعث اس سے روایت درست نہیں۔ بالفرض اگر روایت درست ہوتی۔ تو ہمارا اس میں بھی وہی جواب ہوتا جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام کا فدیہ لینے میں بھی "خیر" ہی کا ارادہ تھا۔ مگر رضائے الٰہی کے موافق نہ ہوا۔

ابن ام مکتوم

سورۂ "عبس" کی ابتدائی چند آیات کا واقعہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک قریشی رئیس بیٹھا تھا۔ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اُس کے مسلمان ہونے کی توقع تھی۔ اور خیال تھا کہ اگر یہ مسلمان ہو گیا۔ تو اُس کے ساتھ لاتعداد لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ اور اسلام غالب آجائیگا۔

دیگر یہ کہ نابینا جو اسی موقعہ پر مسائل دین دریافت کر رہا ہے۔ وہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ پھر کبھی پوچھ سکتا ہے۔ لہٰذا آنحضرتؐ کو ایک "عظیم خیر" اور بڑی نیکی کے فوت ہونے کے خطرہ کی بنا پر" بادل نخواستہ" اس سے بے توجہی برتنی پڑی

اور یہ بظاہر دین کی انتہائی توجہ۔ اور قرآن کی نشر و اشاعت میں پوری کوشش اور اللہ تعالےٰ کے تقرب کی انتہا ہے۔ اگر کوئی شخص فی زمانہ یہ کردار اختیار کرے۔ تو وہ عند اللہ ماجور ہو۔ اُس کے باوصف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو قابل عتاب قرار دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی بہتر تھا کہ آپ غایت درجہ نیک اور خدا ترس نابینا کی طرف توجہ فرماتے۔ اور یہی ہمارا مسلک ہے۔

اور اس واقعہ میں آپؐ سے سہو ہو گیا۔ جیسے آپ کو گاہے گاہے نماز میں سہو ہو جایا کرتا تھا۔ کہ دو رکعت پر سلام پھیر دیا" اور باقی نہ پڑھی۔ اور ایک بار تین پر سلام پھیر دیا۔ ایک دفعہ" بلا تشہد" تیسری رکعت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے یہ افعال ارادۃً" بالکل اختیار نہیں کئے۔ اور نہ ہی کوئی انسان ایسا کر سکتا ہے۔ جس میں نیکی کا ذرہ برابر بھی شائبہ ہو۔

حدیث "غرانیق" قطعی موضوع ہے۔ سند کے اعتبار سے صحیح نہیں اور اس کی تردید بے کار ہے۔ کیونکہ کسی "زندیق" کے لئے جھوٹ کی ایجاد کوئی مشکل کام نہیں۔

القائے شیطان وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الخ آیت سے بھی الزام درست نہیں۔ اسلئے کہ دلی آرزوئیں اور

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفسانی خواہشات درخور اعتناء نہیں۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام نے اپنے عم محترم ابوطالب کے مشرف بہ اسلام ہونے کی آرزو کی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا اور آیت میں مذکور "اُمنیہ" سے مراد یہی آرزوئیں اور تمنائیں مراد ہیں۔ معاذ اللہ کہ کوئی نبی معصیت کی تمنا کرے۔ بغیر کسی ظاہری تکلف کے آیت کا ظاہری مفہوم یہی ہے۔ اور ظاہر مفہوم کے خلاف کہنا کسی طور درست نہیں۔

مشیت ایزدی

آیت لَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا (۱۸/۲۴) میں تعجب کرنے سے بھی آیت "وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ (۱۸/۲۴) جب آپ کو نسیان ہو جائے۔ تو آپ اللہ کو یاد کریں" نے بے نیاز کر دیا ہے۔ کہ یہ بطور سہو و نسیان ہوا تھا لہٰذا آپ معتوب ہوئے۔

نکاح اُم المومنین

ہم آنحضرت صلعم کو آیت "وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ (۳۳-۳۷) کی بنا پر اعتراض سے بالا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس میں نہ تو معصیت ہے۔ اور نہ ہی خلاف رضاء الٰہی، صرف آنحضرتؐ کا ارادہ نکاح کا تھا جس کا کرنا، نہ کرنا، اخفا اور اظہار سب آپ کے لئے مباح تھا۔ صرف آپ کو لوگوں سے اندیشہ تھا۔ کہ وہ باتیں بنائیں گے۔ اور بدگمانی کریں گے جس سے اُن کا دین تباہ ہو جائیگا۔

جیسے کہ نبی علیہ السلام نے دو انصاریوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔ "یہ میری بیوی صفیہ ہیں" تو انہوں نے اس بات کو بہت محسوس کیا۔ اور اُن پر شاق گزری تو پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مجھے اندیشہ تھا۔ کہ مبادا شیطان تمہارے دلوں میں میرے متعلق بدگمانی پیدا کر دے۔

اسی بات کا آپ کو انکاح زینبؓ میں خطرہ تھا۔ کہ مبادا بدظنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اپنا دین وایمان تباہ وبرباد کر بیٹھیں۔

غور کرو! یہ منکرین عصمت جو انبیاء سے عمداً ارتکاب معاصی کے قائل ہیں۔ وہی باتیں کر رہے ہیں۔ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے دین کی تباہی کا اندیشہ تھا۔ لہٰذا ان کا دین تباہ ہو گیا۔ اور وہ گمراہ ہو گئے۔

منشاء الٰہی

اور اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو بات مضمر ہے۔ وہ ظاہر فرما دیں۔ اس لئے کہ یہ سعادت ام المومنین حضرت زینبؓ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقدر ہو چکی تھی۔

آنحضرتؐ کی سیرت قرآن کی ترجمان ہے

وہ خواہشات نفسانی سے باتیں نہیں بناتا۔ اس کا ارشاد صرف وحی الٰہی ہوتا ہے۔ جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ تو حکم خدا ہے جو بھیجا جاتا ہے۔	وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (۵۳ - ۳ تا ۴)
تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو۔ اس سے اپنے	فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (۴ / ۶۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دل میں تنگی محسوس نہ کریں۔ بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں بنیں گے۔

تم کو پیغمبر خدا کی پیروی بہتر ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ
اس شخص کو جسے خدا، روز قیامت حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ
کی امید ہے۔ اور وہ خدا کا کثرت الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا (۳۳-۲۱)
سے ذکر کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلعم إِنِّي لَأَتْقَاكُمْ
کہ میں تم سب سے زیادہ خدا لِلّٰهِ وَأَعْلَمُكُم بِمَا آتِي أَذَر
ترس ہوں اور کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کو تم سب سے خوب جانتا ہوں۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم ان درج بالا آیات واحادیث سے بکثرت استدلال کرتے ہو۔ اور انہی کی روشنی میں بات کرتے ہو کہ آپؐ نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہی ہے۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔

اور جو فعل بھی کیا ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اذن ورضا سے کیا ہے تو اس کا کیا جواب دو گے؟ کہ آپؐ سے جو نماز میں سہو ہو جاتا تھا۔ کہ دو اور تین رکعتوں پر سلام پھیر دیتے۔ اور دوسری رکعت پر بیٹھنے کی بجائے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھ جاتے۔

نیز اس کا کیا جواب ہوگا۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ کہ آنحضرتؐ بظاہر ایسے شخص کے حق میں فیصلہ فرما دیتے۔ جسے وہ لینا جائز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ دراصل صحیح فیصلہ اس کے خلاف ہے۔۔۔۔ کہو کیا یہ سارے امور اللہ تعالیٰ کی وحی ورضا سے آنحضرتؐ نے انجام دیئے یا کوئی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ہوگا؟ ــــ کیا مدعی اور مدعا علیہ کے لئے ایسے فیصلے سے اظہار خوشنودی واجب ہے۔ یا نہیں؟ جبکہ ان کو علم بھی ہو کہ آنحضرت کا فیصلہ "خلاف توقع" ہے۔

قولِ فیصل یہ سب امور جو یہاں مذکور ہے۔ سب کے سب آپ نے اللہ تعالےٰ کی وحی سے ہی انجام دیئے ہیں۔ جس شخص کو اپنی نماز پوری ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اُسے سلام پھیرنے کا حکم دیا ہے۔ اور جب بعد ازیں اسے "سہو" کا علم ہو تو شریعت نے تکمیل نماز اور "سجدہ سہو" لازم قرار دیا ہے۔

اس امر کی دلیل یہ ہے۔ کہ اگر کوئی دیدہ و دانستہ بطور تمسخر ایک ہی رکعت پر تشہد میں بیٹھ جائے یا تیسری رکعت پر سلام پھیر دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اور وہ فاسق و نافرمان ہوگا۔ اس لئے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔

فیصلہ موافق بیان اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ اور جمیع مسلمانوں کو بزعم قریش سچی شہادتوں، مدعی علیہ کی قسم اور معترف کے اقرار کے موافق فیصلہ صادر کرنے کا حکم دیا ہے۔ خواہ وہ حلف، اعتراف اور شہادت دیدہ و دانستہ جھوٹی ہوں بشرطیکہ ہم ان کے جھوٹ سے لاعلم ہوں۔

ایسی ہی شہادتوں کے پیش نظر اللہ تعالےٰ نے "خوں ریزی" واجب قرار دے دی ہے۔ اگر ہمیں "باطن" اور حقیقت حال کا علم ہوتا۔ تو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خون حرام ہوتا یہی حکم مال، نکاح، عتاق اور طلاق وغیرہ کا ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ اگر حاکم کے پاس ایسی شہادت گذری۔ جو اس کے نزدیک قابل اعتبار تھی۔ پھر اس کے خلاف فیصلہ صادر کیا۔ اور اسی طرح جس مدعی علیہ کے خلاف کوئی شہادت میسر نہیں۔ اور حاکم نے مدعی علیہ کو حلف اٹھانے کا حکم دیا۔ اور پھر بھی اس کے مطابق فیصلہ نہیں کیا۔ تو ان دونوں صورتوں میں حاکم بالاتفاق، فاسق، اور حکم خداوندی کی خلاف ورزی کا مرتکب اور گنہ گار ہوگا۔ اگرچہ یہ فیصلہ غیر شعوری طور پر درست واقع ہو۔

مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو شہادت اور قسم کے مطابق فیصلہ پر رضا مند ہونا واجب ہے۔ اور حقوق کے لین دین میں اپنے صحیح علم اور اصل واقعہ کیطرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

مایوسی کے بعد

معترضین نے اس سلسلہ میں یہ آیت بھی نقل کی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا

یہانتک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے۔ اور انہوں نے خیال کیا کہ ان سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ جھوٹا تھا۔ تو ہماری مدد آپہنچی (۱۲ - ۱۱۰)

"کُذِبوا" میں ذال مخفف ہے۔ جہلا کے خیال کے مطابق اس آیت کا مفہوم بالکل نہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہیں کہ انبیاء سے جس قوم نے نصرت و مدد کا وعدہ کیا تھا۔ انہیں خیال آیا کہ وہ بدعہدی کریں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی احمق اور بیوقوف سے بھی یہ باور کرنا محال ہے کہ اللہ تعالیٰ جھٹلاتا اور خلاف وعدہ کرتا ہے۔ چہ جائیکہ انبیاء ایسا تصور کریں۔ جو کائنات کے برگزیدہ اور علم و عرفان میں سب سے اکمل و اعلیٰ ہیں۔ اور جس شخص نے یہ بات کسی نبی کی طرف منسوب کی تو اس نے نبی کی طرف کفر منسوب کیا۔ اور انبیاء کی طرف کفر کی نسبت جائز سمجھنے والا، خود مرتد کافر ہے۔

ہمارا بیان کردہ مفہوم آیت کا ظاہری مفہوم ہے۔ معاذ اللہ آیت سے ہرگز یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے انسے جھوٹ کہا تھا۔

منکرین عصمت نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔

پس اگر آپ کو اس قرآن میں شک فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ ہے جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے۔ (۱۰-۹۴)

ہم نے یہ اعتراض صرف اہل کتاب ہی سے سنا ہے کسی مسلمان کو یہ اعتراض کرتے نہیں پایا۔ کیونکہ محال ہے کہ کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کرے کہ آپکو "وحی" میں شک تھا۔

اس آیت کے متعلق ہمارا ایک مشہور رسالہ ہے —— اس اعتراض کا مختصر جواب یہ ہے۔ کہ آیت میں "ان" بمعنی "ما" نافیہ ہے۔ یعنی آنحضرت کو کوئی شک نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل کتاب سے اقرار و اذعان کی غرض سے دریافت کرنے کا حکم فرمایا۔ کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ وہی نبی مرسل ہیں۔ جن کا ذکر خیر "تورات و انجیل" میں موجود ہے۔

ہم نے معترضین کے تمام اعتراضات اور ملمع کاری کی ایک ایک کر کے قلعی کھول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ یہ سب دلائل وبراہین ہمارے مسلک کے مطابق ہیں۔ منکرین عصمت کی تائید وتوثیق نہیں کرتے۔ وباللہ التوفیق

دلائل عصمت

اب ہم انشاء اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے اپنے مسلک کی تائید وتوثیق اور مخالفین کے خیال کے ابطال وتردید میں چند دلائل عصمت پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

کبھی نہیں ہو سکتا کہ نبی خیانت کریں اور خیانت کرنیوالوں کو قیامت کے دن خیانت کی چیز حاضر کرنی ہوگی۔	مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳ - ۱۶)
کسی آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ خدا تو اسے کتاب، حکومت اور نبوت عطا فرمائے۔ اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔	مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ (۳ - ۷۹)

اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے خیانت، کفر اور غرور وتکبر کو دور فرما دیا ہے اور تمام امت کا بالاتفاق رائے اجماع ہے۔ کہ خیانت وغلول کا حکم بھی دیگر گناہوں جیسا ہے۔ لہذا انبیاء علیہم السلام کو خطاء عمد کا مرتکب سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی انہیں غلول وخیانت سے منسوب کرے۔ اور جس نے ان سے پاک سمجھا گویا اس نے انبیاء کو ہر قسم کے گناہوں سے بالا سمجھا۔

انبیاء کا غلول وخیانت سے محفوظ رہنا قرآن سے ثابت ہو چکا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا ان سے بالارادہ گناہ کی نفی بھی ثابت ہوگئی۔ اُمت کا اجماع ہے کہ باقی گناہ بھی غلول کا حکم رکھتے ہیں۔

جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو اُن لوگوں جیسا کر دینگے جو ایمان لائے۔ اور عمل نیک کرتے رہے۔ اور ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی۔ یہ جو دعویٰ کرتے ہیں بُرے ہیں۔ (۴۵ - ۲۱)

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

جو معترض انبیاء پر سیئات کا ارتکاب ممکن سمجھتا ہے۔ یہ امر دو حال سے خالی نہیں۔ اسے ان دو میں سے ایک ضرور تسلیم کرنا ہوگا۔

۱۔ کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے کبھی معصیت کی۔ اور نہ گناہ کا ارتکاب کیا۔ بتاؤ ایسے نیک سیرت کون لوگ ہیں کہ بدکار ان جیسے نہیں ہو سکتے۔ جب کائنات میں ایسے لوگ نایاب ہیں۔ تو لامحالہ قرآن کا یہ ارشاد مہمل اور بے فائدہ ہوگا۔ جو کہ صریح کفر ہے۔

۲۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ اس ارشاد کا مصداق ملائکہ ہیں۔ مگر اس دعویٰ کی تردید خود اس آیت میں موجود ہے۔ (سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ) کہ ان کا مرنا جینا یکساں ہے۔

ملائکہ کی موت

ملائکہ کی موت کے متعلق اجماع نہ کوئی صریح نص موجود ہے۔ بلکہ بدلائل یہ ثابت ہے کہ ملائکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی فوت نہ ہوں گے۔ اسی طرح حوریں بھی

موت نام ہے۔ روح کے جسم عنصری سے جدا ہونے کا۔ اور ملائکہ کی پیدائش بالاتفاق نورِ محض سے ہے۔ تو جب اُن کی ماہیت میں کوئی ایسی چیز شامل ہی نہیں جو ایک دوسری سے جدا ہو۔ اور موت کا باعث ہو تو ان کی موت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص آیت "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس پر موت طاری ہوگی "کی بنا پہ ملائکہ پر موت کا قائل ہو تو اگر وہ آیت کو اس کے عموم پر محمول کرتا ہے۔ تو اس سے حوروں پر بھی موت کا طاری ہونا لازم آتا ہے۔ جو جنت کے بھی فانی ہونے پر منتج ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو زوال و فنا سے محفوظ و مامون رکھا ہے۔ اِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ، کو دارِ آخرت دارِ جاودانی ہے۔

معلوم ہوا کہ "کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" سے مراد جنت وما فیہا کے علاوہ ذی روح کائنات ہے جس کے روح و جسم کا جدا ہونا متصور ہو سکتا ہے۔

نیز آیت زیرِ بحث کو عموم پر محمول کرنے سے حسبِ ذیل حدیث مانع ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یا وہ قریب تھا کہ گناہ کرے۔ بجز حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔ بالعموم لوگ ایسے بھی موجود ہیں۔ جن سے کبھی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ اور حسبِ ارشادِ الٰہی "بدکار" اُن کے مساوی نہیں ہوتے۔ اس عقیدے کی روشنی میں انبیاء، گناہ کے مرتکب ٹھہرے۔ اور دیگر لوگ گناہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محفوظ ثابت ہوئے۔ بنا بریں یہ لازم آئیگا۔ کہ کوئی اُمتی انبیاء سے افضل ہے۔ جو کہ صریح کفر ہے۔ ہمارے خیال میں کسی بھی مسلمان یا کتابی کو یہ الفاظ زیب نہیں دیتے۔ البتہ باقلانی کے متعلق اُس کے شاگرد ابوجعفر سمنانی سے منقول ہے کہ اُمت محمدیہ میں آنحضرت کی بعثت سے وفات تک کے درمیانی عرصہ میں آپ سے کوئی افضل ہو سکتا ہے۔ یہ خالص شرک اور نبوت پر بھروسہ وار ہے اور ہمیں سخت ناگوار ہے۔

متصوفہ

ہم نے "متصوفین" کے ایک گروہ کے متعلق سُنا تھا۔ کہ اُن کا عقیدہ ہے۔ کہ ولی، نبی سے افضل ہوتا ہے۔ ہم یقین نہیں کرتے تھے۔ کہ ایک کلمہ گو ایسا کہہ سکتا ہے۔ تاوقتیکہ مذکورہ بالا عقیدہ ہم نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا۔

اگر یہ بدعقیدہ اور گمراہ شخص "افضل" اور "فضیلت نبوت" کے مفہوم سے آشنا ہوتا۔ تو یہ بکواس نہ بکتا۔ دراصل یہ نبی علیہ السلام کی تکذیب و تضحیک ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اور تمہارے جیسا نہیں ہوں۔

اور بہ نص صریح ثابت ہے۔ کہ بعض لوگوں نے گناہ کا ارتکاب بالکل نہیں کیا۔ اور گناہ گار اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے مساوی نہ ہوں گے لہٰذا بغیر کسی اختلاف کے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ انبیاء ہی اس فضیلت و منقبت کے اہل ہیں۔ اس لئے کہ انبیاء، رسل اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور برگزیدہ مخلوق ہے۔ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلوغت اور ہلاکت

اگر کوئی یہ کہے کہ ایک لڑکا حدِ بلوغت کو پہنچتے ہی مسلمان ہوگیا۔ اور اس نے متعدد دفعہ ذکر الٰہی کیا۔ پھر فوراً فوت ہوگیا۔ یا ایک کافر مشرف بہ اسلام ہوا۔ پھر وہ فوراً جہاد میں شریک ہوا اور شہید ہو گیا۔ بتاؤ ان دونوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

سُنئے! کافر جو مشرف بہ اسلام ہوا۔ اور پھر جہاد میں شریک ہوگیا۔ اس نے تو کفر کی حالت میں زمین و آسمان سے کہیں بڑے گناہ کا ارتکاب کیا تھا۔ گو وہ اسلام کے باعث معاف ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس کا شمار گناہگاروں میں ہوگا۔

اور حدِ بلوغت کو پہنچتے ہی مسلمان ہونا۔ اور پھر متعدد بار ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر وفات پانا۔ یہ بظاہر عین ممکن ہے۔ مگر حسب ذیل آیت کے منافی ہے کیا گناہگاروں کا خیال ہے کہ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ ہم انہیں مومنوں اور نیک اعمال اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ جیسے کر دینگے۔ ان کا مرنا، جینا عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ دونوں یکساں ہے۔ وَمَمَاتُهُمْ (۲۵ - ۲۱)

اللہ تعالیٰ نے قطعی فیصلہ صادر فرما دیا ہے۔ جس کے انکار کی بجز کافر کسی کو گنجائش نہیں۔ کہ گناہ گار اور بے گناہ ایک ایسے نہیں ہوتے۔

فضائل صحابہ

ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں۔ کہ صحابہ جو انبیاء کے بعد افضل ترین لوگ ہیں۔ ان سے بھی بلا استثنا کوئی نہ کوئی گناہ ضرور سرزد ہوا ہے۔ بریں صورت یہ لازم آئے گا۔ کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدِ بلوغت کو پہنچتے ہی مسلمان ہونے اور متعدد دفعہ ذکر الٰہی کے بعد فوت ہونے والا صحابہ کرام سے افضل ہوگا۔ اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد گرامی کے صریح خلاف ہے۔ کہ اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے۔ تو وہ بھی صحابی کے مد یا نصف مد جو کے صدقہ کے برابر اجر کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ہمارا یہ بیان درست ہے۔ تو خدا اور رسول کا فرمان سب سے زیادہ لائق اتباع ہے۔ خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے ہوتے ہوتے کہ بجز یحییٰ علیہ السلام کے کسی نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یا قریب تھا۔ کہ ارتکاب کرتا۔

بنا بریں ہم قطعی طور پر فیصلہ دیتے ہیں کہ محال ہے کہ کوئی شخص حدِ بلوغت کو پہنچ جائے اور گناہ کا ارتکاب نہ کیا ہو۔

انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

انبیاء سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ ابن ابی سرح کے واقعہ میں آنحضرت سے ایک انصاری نے کہا تھا۔ ھلا اومأت الیّ، آپ نے مجھے اشارہ کیوں نہ فرمایا۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ کسی نبی کو یہ سزاوار نہیں۔ کہ اس کی آنکھ خیانت کرے۔

پس نبی علیہ السلام نے جملہ انبیاء سے دزدیدہ نگاہی کو مستبعد سمجھا ہے۔ حالانکہ دزدیدہ نگاہی نہایت خفیف گناہ اور ایک معمولی سا ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا ہے جب ایسا خفیف سا گناہ نبی کو سزاوار نہیں تو دیگر گناہوں سے نبی بالاولیٰ پاک ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتدائے انبیاء

ہم سب مسلمان، انبیاء کے جملہ گفتار و کردار میں ان کی اتباع و اقتداء کے مامور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ تمہارے لیے رسولؐ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اولئک الذین کی سیرت میں بہترین نمونہ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ہے۔ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔ انہی کی "ہدایت" کی پیروی کرو۔

لہٰذا واضح ہوگیا۔ کہ اگر بفرض محال کسی نبی سے ارادۃً کوئی صغیرہ کبیرہ گناہ صادر ہونا ممکن ہوتا۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں معاصی کی ترغیب و تحریص کی اور گناہ کی پیشکش کی۔ انبیاء سے ارادۃً گناہ سرزد ہونے کا اعتقاد صریح کفر ہے۔ کیونکہ انبیاء کے جملہ ارادی افعال سرتاسر خیر اور حق ہی ہوتے ہیں۔

ذوالخویصرہ

ذوالخویصرہ نے جب نبی علیہ السلام کو کہا۔ اے محمدؐ! عدل و انصاف سے کام لیجئے۔ کیونکہ اس تقسیم سے اللہ کی رضا جوئی مقصود معلوم نہیں ہوتی۔ تو آپؐ نے سخت تنبیہ و سرزنش کی۔ کہ میں خائن نہیں۔ امین ہوں۔ اور ارادۃً کوئی گناہ نہیں کرسکتا۔ اور فرمایا، مجھے افسوس میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کریگا۔ اللہ تعالیٰ تو مجھے امین اور قابل اعتماد سمجھتا ہے اور تم مجھ پر اعتماد نہیں کر رہے۔

اسی طرح جب حضرت ام سلمہؓ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا۔ کہ حالت روزہ میں بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے؟ آپ نے آنحضرتؐ سے دریافت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے اسے نہیں بتایا کہ اللہ کے رسول نے خود ایسا کیا ہے۔ یعنی نبی نے جو فعل کیا ہے وہ گناہ نہیں۔ کہ نبی گناہ سے بالاتر ہے

نیز دوران گفتگو ایک شخص نے آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ ہمارے مانند نہیں ہیں۔ آپ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں تو آپؐ کو یہ بات نہایت ناگوار گزری۔ اور اس سے سخت ناراض ہو گئے۔ کیونکہ اس نے آپ کی طرف معمولی سے گناہ کی نسبت کی تھی۔ اور آپ نے فرمایا۔ بخدا! تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں (او کما قال)

سہو

اگر کوئی معترض کہے۔ کہ آپ اس دلیل کی رو سے کہ مسلمان انبیاء کی اقتداء پر مامور ہیں۔ انبیاء سے سہو و نسیان کو کیوں بعید نہیں سمجھتے۔

تو بات یہ ہے۔ کہ ثابت شدہ مسئلہ کا انکار غیر ثابت شدہ مسئلہ کی اجازت دونوں میں یکساں جرم ہے۔ لہٰذا سہو انبیاء سے یقیناً ثابت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہمیں ان کی پیروی کا حکم دینا سہو کے واقع ہونے سے مانع نہیں۔ اس لئے کہ سہو کی اتباع سہو ہی کی حالت میں ممکن ہے۔

نیز یہ محال ہے۔ کہ ہمیں سہو کی پیش کش کی جائے۔ یا ہم اس کے مکلف ہوں۔ کیونکہ سہو اگر ہم سے بہ ارادہ کیا تو وہ سہو نہ رہا۔۔۔ اور سہو سے ہمیں منع کرنا بھی ناممکن ہے۔ اس لئے کہ سہو سے رکنا ہماری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطرت و وسعت سے بالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

دیگر ہم سہو کی حالت میں انبیاء کے سہو کی اقتداء پر مامور ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ انبیاء کو سہو پر ثابت نہیں رکھتا۔ بلکہ فوراً آگاہ کر دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو مسائل دین واضح نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ قرآن میں ہر شیئے کا واضح بیان موجود ہے۔ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ "وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ" اور محرمات کی تفصیل بیان کر دی ہے۔

لہذا جو لوگ انبیاء کی طرف کسی قسم کے صغیرہ یا کبیرہ گناہ کی نسبت کے قائل تھے۔ اُن کا دعویٰ باطل ہو گیا۔ اور تمام متبع کاریوں کی قلعی کھل گئی۔ اور بیجا اعتراض کی بنا پر ذوالخویصرہ مذکور کے حامی اور ہم نوا ہو گئے۔

توبہ

اگر انبیاء سے کسی بھی معصیت کا سرزد ہونا ممکن ہوتا تو گویا ہمارے لئے معصیت مباح ہوتی۔ اسلئے کہ ہم ان کی اتباع و اقتداء پر مامور ہیں۔ بنابریں "معاذ اللہ" شاید ہمارا دین ہی ضلالت کا پلندا اور کفر کا گڑھا ہو۔ اور آنحضرتؐ کے جملہ افعال معصیت اور گناہ ہوں۔

ایک دفعہ میں نے ایسے شخص سے کہا۔ جو انبیاء سے بارادہ صغائر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سرزد ہونے کا قائل تھا۔ کیا اجنبی عورت کی چٹکی لینا۔ اور منہ چومنا صغیرہ گناہ ہے۔ اس نے یہ تسلیم کیا۔ تو میں نے کہا عمداً اجنبی عورت کا بوسہ لینا۔ کیا نبی کے لئے روا ہے؟ تو اس نے فوراً انکار کیا۔ اپنے عقیدہ بد سے باز آیا۔ الحمد للہ رب العالمین

کامل انعام ارشاد الٰہی ہے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔

تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے اور نعمت کی تکمیل کرے۔ اور سیدھا راستہ دکھائے

جس برگزیدہ ہستی پر اللہ تعالیٰ کامل انعام فرمائے۔ اور اس کو راہ راست پر چلائے۔ تو ناممکن ہے۔ کہ وہ اس کی معصیت کا مرتکب ہو۔ اس لئے کہ وہ خدا کا نافرمان ہو تو اس کا انعام کامل نہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بعض امور معصیت میں جو اس سے سرزد ہوئے ہیں۔ بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ

ہم نے (اے محمدؐ) تم کو حق ظاہر کرنیوالا، اور خوشخبری سنانیوالا اور خوف دلانیوالا بنا کر بھیجا۔ تاکہ (مسلمانو) تم خدا پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لے آؤ۔ اور اس کی مدد کرو اور

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُسے بزرگ سمجھو۔

کہو کیا تم خدا اور اُس کے آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے۔ بہانے مت بناؤ۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

لہٰذا جس شخص نے انبیاء کو چور اور زانی وغیرہ سمجھا۔ اُس نے انبیاء کی کوئی توقیر و تعظیم نہیں کی۔ بلکہ انتہائی تذلیل و تضحیک کی۔ واللہ وہ بدترین مجرم اللہ، رسول اور اس کے دین کا مذاق اڑانے والا ہے۔

مضحکہ خیز

کاش مجھے معلوم ہوتا۔ کہ منکرین عصمت کو انبیاء کے متعلق تبلیغ رسالت میں جھوٹ نہ بولنے سے کیونکر اطمینان ہوا۔ خدانخواستہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے نام پر جھوٹ کی تبلیغ کی ہو۔ لہٰذا ممکن ہے انبیاء کے وہ افعال و اقوال جن کو ہم "اُسوۂ حسنہ" سمجھتے ہیں۔ وہ دراصل بے دینی۔ زندقہ، اور اللہ تعالےٰ کی معصیت ہوں۔

ہم نے رافضیوں اور منکرین عصمت سے بڑھ کر کسی کو دین کا کاوشمن اور اسلام کی بیخ کنی میں کوشاں نہیں پایا۔ یہ دونوں ملعون فرقے دین میں تحریف کے قائل ہیں۔

منکرین عصمت نے انبیاء پر معاصی کے اطلاق کے باوصف اس بات کی بھی تصریح کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے ظن غالب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تابع کیا ہے۔ اور اس کے مطابق عبادت کا حکم دیا ہے۔ اور انسان کا ظن غالب فرمانِ خدا ہوتا ہے۔ گو وہ متضاد ہی کیوں نہ ہو۔ دراصل یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں اور عقیدتمندوں کے دین کی تباہی کے درپے ہیں۔

اگر کوئی صاحب اعتراض کرے کہ تم انبیاء سے اس فعل پر گرفت کے قائل ہو۔ جو سہواً سرزد ہو۔ یا ارادۂ خیر سے ہو مگر خلافِ رضاءِ الٰہی واقع ہو۔ تو بتاؤ نبی علیہ السلام سے نماز میں سہو پر جواب طلبی کیوں نہیں ہوئی۔ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے تمام اگلے، پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ بنابریں آنحضرتؐ دیگر تمام انبیاء سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور اسی فضیلت کی وجہ سے آپؐ کی قیامت کے دن شفاعت منظور ہو گی۔ جیسے کہ حدیث شفاعت میں مذکور ہے۔ لہٰذا معافی کے بعد گرفت درست نہیں

انبیاءؑ قبل از نبوت

کیا انبیاء قبل از بعثت معصیت کے مرتکب ہوتے ہیں؟ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ نبی کسی سابق شریعت کا پابند اور تابع ہو گا۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۲۔ یا وہ کسی ایسی قوم میں نشو و نما پائے جس کی شریعت منسیت و نابود ہو چکی ہو۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسی قوم میں ہوئی۔ جو ملت ابراہیمی کو فراموش کر چکی تھی۔ قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ہے۔ (وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى) آپ کو شریعت سے بے خبر پایا۔ پھر اُس کی طرف رہنمائی فرمائی۔ دوسرے مقام پر ہے۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ۔ تاکہ تم اُن لوگوں کو جن کے باپ دادوں کو آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔ آگاہ کرو۔

لہٰذا نبی اگر کسی سابق شریعت کا پابند ہے۔ تو وہ کبھی معصیت کا ارتکاب نہیں کرتا۔ اور اگر وہ کسی جاہلی دور میں پیدا ہوا ہے۔ تو وہ کسی شریعت کا پابند نہیں۔ لہٰذا وہ کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے میں معصیت کا مرتکب نہ ہوگا۔

البتہ یہ امر مسلّمہ اور بدیہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو ہر عیب سے پاک رکھا ہے۔ اس لئے کہ عیب جوئی۔ ایذا رسانی ہے۔ اور انبیاءؑ کو اذیت پہنچانا حرام ہے

جو لوگ خدا اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں۔ اُن پر خدا دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور ان کے لئے ذلیل کرنیوالا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا

ہم پختہ یقین سے کہتے ہیں۔ کہ انبیاءؑ معاذ اللہ حرامی والدین کی اولاد نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کو حسب و نسب کے اعتبار سے بہترین خاندان میں پیدا کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدیں وجہ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ہر اس عیب سے پاک رکھا ہے جس سے نبوت کے بعد نکتہ چینی ہو سکتی تھی۔ اور جملہ عیب ناک افعال، قابل شکوہ بات، اور ناقابل بیان امور سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو محفوظ و مامون رکھا ہے۔ مثلاً سرقہ وغیرہ۔

قبل از بعثت کا ایک واقعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اہل جاہلیت جو لہو و لعب کیا کرتے تھے۔ عمر بھر میں نے صرف اُن کا دو بار ارادہ کیا۔ اور "لطف یہ" کہ دونوں دفعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے محفوظ رکھا۔

ایک دفعہ میں نے اپنے نوجوان رفیق قریشی کو کہا (جو "اعلیٰ مکہ" میں میرے ساتھ اپنی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ کہ میری بکریاں کا خیال رکھو۔ آج رات میں بھی شہر میں کھیل تماشہ دیکھ آؤں۔ اُس نے کہا۔ بہت اچھا۔ جب میں وہاں سے چلا۔ اور مکہ کے قریب پہنچا۔ تو مجھے گانے بجانے کی آواز سنائی دی میں نے دریافت کیا۔ یہ کیا ہے؟ تو کسی نے کہا۔ کہ فلاں شخص نے ایک قریشی عورت سے نکاح کیا ہے۔ تو میں سرود کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف متوجہ ہوا ہی تھا۔ کہ اتنے میں مجھے نیند آگئی۔ جب دھوپ نکلی۔ تو آنکھ کھلی۔ پھر اپنے ساتھی کے پاس واپس چلا آیا۔ اور ساری سرگزشت کہہ سنائی۔

پھر دوسری دفعہ رات بھی میں اسی طرح مکہ آیا۔ اور کھیل تماشہ میں مصروف ہوتے ہی نیند آگئی۔ دھوپ چمکی۔ تو آنکھ کھلی۔ اور پھر اپنے ساتھی کے پاس واپس چلا آیا۔ اور اس کے دریافت کرنے پر ساری کہانی سنادی اس نے کہا، کچھ سنا بھی۔ میں نے کہا۔ کچھ نہیں۔ پھر اس کے بعد خدا میں نے کبھی جاہلیت کے کھیل تماشوں کا قصد نہیں کیا۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے نبوت سے سرفراز فرما دیا۔

لہذا ثابت ہو گیا۔ کہ نبی علیہ السلام نے کبھی بھی صغیرہ اور کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ نہ قبل از نبوت نہ بعد از نبوت البتہ صرف دوبار آنحضرتؐ نے رات کو قصے کہانیاں سننے کا قصد کیا۔ جو غالباً اس وقت ممنوع بھی نہ تھے۔ افسانہ اور کہاوت سے بڑا مقصد بھی نہ تھا۔ صرف تفریح طبع کا سامان مطلوب تھا۔ اور حسین منظر کے دیکھنے کا فطری تقاضا تھا۔ فقط باللہ التوفیق

(ایمان بجونی)

(تخریج نبی)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترجم کی دیگر کتب

۱۔ الجواب الکافی — از حافظ ابن قیم

۲۔ تاریخ تدوین حدیث

۳۔ سفر السعادت — از فیروز آبادی صاحب قاموس

۴۔ فرہنگ القراۃ الرشیدہ

۵۔ خطوط العریضہ — از محب الدین خطیب مصری

۶۔ مسئلہ نسخ

۷۔ عصمت انبیاء — از ابن حزم رحمہ اللہ

۸۔ الظراف والمتماجنین — از علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ

۹۔ البدایہ والنہایہ (زیر طبع)

جملہ کتب کی فراہمی کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

ہدائیت اللہ ندوی ۔ مین بازار ۔ میاں چنوں (ضلع ملتان)

(کتب سالک ربانی میاں چنوں)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1583

ناشر

محمد عطاء اللہ۔ فیصل ٹاؤن میانچنوں

شرکت پرنٹنگ پریس۔ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ